ارشاد عرشی ملک

فریادِ درد

2005

اور

(طالب علمی کے زمانے کی پرانی غزلیں)

ارشاد عرشی ملک

مجموعہ کلام: فریادِ درد

شاعرہ: ارشاد عرشی ملک

طبع اول: ۲۰۰۵ء

تعداد: ۱۰۰۰

سرورق اور تزئین و آرائش: راشدہ کرن خان آئرلینڈ

پتہ برائے رابطہ

Irshad Arshi Malik

House no 189

Street no 18

F-10/2

Islamabad

PAKISTAN

Ph no -051 2298056

arshimalik50@hotmail.com

شاعرہ کے دیگر مجموعہ ہائے کلام

1۔تیرے در کے فقیر ہیں مولا۔۔۔2001

2۔پُل صراط پر ایک قدم۔۔۔۔۔2003

3۔فریادِ درد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔2005

4۔بھرے شہر میں بن باس۔۔۔۔2008

5۔ماں کا پیغام،بچوں کے نام۔۔2010

6۔سوا نیزے پر سورج۔۔۔۔۔۔2011

قارئین ان شعری مجموعوں میں سے پہلے تین اب آوٹ آف سٹاک ہو چکے ہیں۔ان کے نئے

ایڈیشن شائع کرنا اور دنیا کے مختلف حصوں میں بسنے والے سخن فہموں تک پہنچانا بھی ایک بڑا مسئلہ ہے۔

اس لئے خاکسار نے یہی سوچا کہ ان کو ''ای بکس'' کی شکل میں محفوظ کر دیا جائے اور بذریعہ ای میل قارئین تک بھیج دیا جائے۔

ناچیز کو اپنی بات کہنے کا جو بھی ہنر اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا

حضرت مسیح موعودؑ کی جوتیوں کے طفیل عطا فرمایا اس لئے یہ سارا کلام جماعت احمدیہ کی امانت ہے۔

سب کچھ تری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

اللہ تعالیٰ میری اس ناچیز مساعی کو قبول فرمائے اور اسے میرے پیارے والدین کے لئے صدقہ جاریہ بنا دے۔آمین ثم آمین

ارشاد عرشی ملک

نوٹ:اس ''ای بک'' کے آخر میں میں نے اپنے طالب علمی کے زمانے کی کچھ پرانی غزلیں

بھی شامل کی ہیں جو شائع شدہ کتاب میں شامل نہیں تھیں۔

پیغام حضورِانور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم
وعلیٰ عبدہِ المسیح الموعود
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھوالنّاصر

لندن
12-08-04

مکرمہ عرشی ملک صاحبہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی شاعری کے تیسرے مجموعہ کا مسودہ ملا۔ آپ نے مجھے اس پر بے لاگ تبصرہ کرنے کے لئے لکھا ہے۔ بیچ بیچ میں سے آپ کے شعر میں نے پڑھے ہیں۔ آپ نے اپنا معیار قائم رکھا ہوا ہے۔ اس پہلو سے میرا بے لاگ تبصرہ یہی ہے کہ ماشاءاللہ آپ کی شاعری بہت اچھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں مزید حسن اور نکھار پیدا کرتا چلا جائے۔ آپ کی جو بعض تربیتی نظمیں ہیں وہ بھی ماشاءاللہ بڑی اچھی ہیں۔ بچیوں والی نظم تو مختلف ملکوں میں لجنہ کی طرف سے چھپ گئی ہے اور بڑی اچھی نظم تھی۔ اب جو آپ نے اس مسودہ کے ساتھ نوجوانوں کو مخاطب کر کے نظم بھیجی ہے وہ بھی میں بعض جگہوں پر بھجوا رہا ہوں، یہ بھی بہت عمدہ ہے۔ اللہ آپ کو اس کی بہترین جزاء دے اور اس کے عمدہ نتائج ظاہر فرمائے۔

آپ کے پہلے مجموعہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف جھکاؤ اور اس سے مانگنے اور اس کی محبت کو جذب کرنے اور اخلاق کو اجاگر کرنے کی آپ کی جو ایک خاص طرز ہے، وہ آپ نے اس مجموعہ میں بھی قائم رکھی ہوئی ہے۔ ماشاءاللہ۔ چشم بددور۔ اللہ آپ کے علم و عرفان کو مزید صیقل فرمائے اور اپنے غیر معمولی فضلوں سے نوازے۔ خدا حافظ و ناصر ہو۔

والسلام
خاکسار

خلیفۃ المسیح الخامس

نقل دفتر PS لندن

اس مجموعے کو میں ایک ہدیے کے طور پر اپنے پیارے خدا کے نام کرتی ہوں
کاش کہ وہ قبول فرمائے آمین

تمنا تھی بہت دل میں رضا رب کی کما جاؤں
کسی بھی طور سے آقا کی نظروں میں سما جاؤں

تجلّی مجھ پہ ہو ایسی کہ بن کر طُور جل جاؤں
میں اُس درگاہ میں جاؤں تو اپنے سر کے بل جاؤں

خیال آیا کہ لے جاؤں کوئی نایاب سا تحفہ
کہ اُس دربار کے شایاں کوئی کمیاب سا تحفہ
تھا دل جذبات سے بوجھل لرزتا تھا مرا تن من
کہا میں نے مرے آقا مرے پیارے مرے محسن

درِ اقدس میں تیرے باریابی کس طرح پاؤں؟
ترے دربار میں آؤں تو میں کیا نذر لے آؤں؟

وہ ہدیہ کیا ہو اے مالک جو تیرے من کو بھا جائے
ترے شایانِ شاں ہو ، اور مری قسمت جگا جائے

کہا۔۔وہ چیز لے آنا نہیں ہے پاس جو میرے
وہ ہدیہ جگمگا ڈالے گا کھوٹے بھاگ کو تیرے

کہا میں نے وہ کیا ہے جو نہیں تیرے خزانوں میں
سبھی کچھ ہے ترا جو ہے زمینوں آسمانوں میں

کہا ، اک شئے نہیں ہے پاس میرے اس کی حاجت ہے
اُسی ہدیے کی اس دربار میں بس قدر و قیمت ہے

وہ تحفہ لے کے جو آئے میّسر اُس کو سبقت ہے
وہی شایانِ شاں بندے کے ہے اُس کی سعادت ہے
وہ ہدیہ کیا ہے؟مسکینی ہے محتاجی ہے ذلت ہے

غریبی ،بے کسی ہے، عجز ہے ، اشکِ ندامت ہے
درِ محبوب پر عرشی بہت رونے کی عادت ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

عرضِ حال

’’مولا کے در کی فقیری‘‘ سے بات شروع کی تھی۔اسی شوق میں ’’پُل صراط پر قدم‘‘ رکھا۔اس جاں گداز سفر میں قلبِ ناتواں پر جو کچھ گذری،وہ ’’فریادِدرد‘‘ کی صورت میں آپ کے سامنے ہے۔

یہاں اتنی بات بتاتی چلوں کہ پہلے اس مجموعہِ کلام کا نام ’’سوا نیزے پر سورج‘‘ رکھا گیا تھا۔پھر ’’آج کی تعلیم یافتہ بچی کے نام‘‘ سے ایک نظم لکھنے کی توفیق ملی ،جس کا دوسرا نام ’’فریادِدرد‘‘ بھی تھا۔وہ نظم حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کی خدمتِ اقدس میں بھیجی تو وہ حضور کو جماعت کی بچیوں کی تربیت کے حوالے سے اتنی پسند آئی کہ حضور نے اُسے شہکار نظم قرار دیا اور دنیا بھر میں لجنہ اِماءاللہ کی اکثر شاخوں کو بھجوائی۔

حضور کی اسی حوصلہ افزائی سے متاثر ہو کر میں نے کتاب کا نام ہی ’’فریادِدرد‘‘ رکھ دیا

کتاب کا پیش لفظ لکھنے بیٹھی ہوں تو دل درد سے بھر گیا ہے۔آنسو اُمڈے چلے آرہے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے مجھ حقیر،فقیر،پُرتقصیر،ناقص اور بے حیثیت پر جو بے پایاں احسانات کئے ہیں ان کا شمار ایسا ہی ناممکن ہے۔جیسے بارش کے قطروں کو شمار کرنا یا ریت کے ذروں کو شمار کرنا۔

سب سے بڑا احسان میرے پیارے اللہ کا یہی ہے کہ اس درد سے آشنا کیا،جو تڑپاتا بھی ہے اور لذت بھی دیتا ہے۔مزید احسان یہ کہ جو دل پر گذرتی ہے اسے شعروں میں پرونے کی توفیق بھی عطا کی۔

اس کتاب کو اشاعت کے مراحل تک پہنچانے میں میری بڑی بیٹی ثناء ملک کا بہت بڑا ہاتھ ہے(جو میری جذباتی اور روحانی زبان خوب سمجھتی ہے)اس نے نہ صرف اس کتاب کو شائع کروانے کے لئے بار بار اصرار کیا بلکہ اس کی اشاعت پر آنے والے تمام اخراجات کا ذمہ بھی لیا۔

اس کا اصرار دیکھ کر مجھے اعتکاف کے دوران دیکھا ہوا ایک پرانا خواب یاد آ گیا۔جس میں،میرے پاس پلاسٹک کی شیشی میں نورانی کاجل دیکھ کر ثناء مجھ سے کہتی ہے کہ آپ اس کاجل کے لئے ایک اچھی سی سُرمہ دانی کیوں نہیں خرید لیتیں۔پھر مجھے اپنے ساتھ لے کر بازار جاتی ہے اور چاندی کی ایک خوبصورت منقش سرمہ دانی بڑے اصرار کے ساتھ خرید دیتی ہے کہ نورانی کاجل پلاسٹک کی شیشی سے نکال کر اس میں ڈال دیں تاکہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ اس بچی کی قربانی اور خلوص کو قبول فرمائے،اسے بہت بڑھائے اور قیامت تک بڑھاتا چلا جائے۔آمین ثم آمین۔

اس کتاب کے آخری حصے میں میں نے اپنے طالب علمی کے زمانے کی کچھ غزلیں بھی شامل کی ہیں۔جن میں سے بعض کسی بین الکلیاتی شعری مقابلے میں حصہ لینے کے لئے کسی ’’مصرع طرح‘‘ پر لکھی گئی تھیں۔ان میں سے اکثر غزلیں اس زمانے کے ادبی رسائل مثلاً فنون،سیپ،اوراق،تخلیق،نیرنگِ خیال،تحریریں،ادبِ لطیف اور ہفت روزہ لاہور میں شائع شدہ ہیں۔

میں نے اس کتاب کے آخر میں اپنی بیٹی ثناء ملک کی ایک انگریزی کی نظم بھی شامل کی ہے جو اس نے اپنی ناچیز ماں کے لئے لکھی تھی۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو میرے والدین کے لئے صدقہِ جاریہ بنا دے اور میری اولاد کو دین کی خدمت کے لئے چُن لے۔وہ اللہ کے خادم بنیں اور دنیا ان کی خادم ہو۔آمین ثم آمین طالبِ دعا

ارشادعرشی ملک۔اسلام آباد

فہرست

بہت پُرانی غزلیں اور نظمیں (زمانہِ طالب علمی کی)

اعتکاف کے دس دن

خوب راز و نیاز کی راتیں ، خوب سوز و گداز کے دن ہیں
آنسوؤں سے وضو کیا دل نے ، عاشقوں کی نماز کے دن ہیں
بند کر لے کواڑ دنیا سے، ہاں یہی احتراز کے دن ہیں
قصّہِ غم طویل کر عرشی، داستانِ دراز کے دن ہیں
حالِ دل آج بے جھجک کہہ دے، کل یہ سوزِ نہاں رہے نہ رہے
کل کے دن کی کسے خبر پیارے ، کل کا دن مہرباں رہے نہ رہے

وحدہٗ لا شریک تو مالک اور میں بندہِ حقیر تریں
شوخ کرتا ہے میرے جیسوں کو تیری بخشش پہ لازوال یقیں
یہ جو تابِ سخن عطا کی ہے اس کے دم سے ہے داستاں رنگیں
ورنہ تیرے حضور لب کھولیں یہ فرشتوں کی بھی مجال نہیں
مان میرا یونہی بنا رکھنا جراتِ عاشقاں رہے نہ رہے
کل کے دن کی کسے خبر پیارے ، کل کا دن مہرباں رہے نہ رہے

دل شکستہ ہوں تیری جانب سے کچھ مدارات ہو تو بات بنے
کچھ انوکھی سی مہربانی ہو خاص کچھ بات ہو تو بات بنے
رات تنہائیاں ، تری یادیں ، پھر مناجات ہو تو بات بنے
آنسوؤں کی مری نمازوں میں کُھل کے برسات ہو تو بات بنے
حالتِ جذب آج طاری ہے، کل یہ طرزِ فغاں رہے نہ رہے
کل کے دن کی کسے خبر پیارے، کل کا دن مہرباں رہے نہ رہے

میرے جیسوں کے چومنے کے لئے اک ترا سنگ در ہی کافی ہے
یادِ محبوب سے جو دل چُوکے اس کو اتنا ضرر ہی کافی ہے
تیری چاہت بندھی ہے پلوّ سے بس یہ رختِ سفر ہی کافی ہے
تیرے گھر تک جو مجھ کو لے جائے مجھ کو وہ رہ گذر ہی کافی ہے
دیر مت کر اب اور ملنے میں جان ہے ناتواں رہے نہ رہے
کل کے دن کی کسے خبر پیارے ، کل کا دن مہرباں رہے نہ رہے

تیرے در پر ہی دل بہلتا ہے، تیری چوکھٹ پہ جاں سنبھلتی ہے
زخم سارے تجھی کو دکھلاؤں ، دل میں یہ آرزو مچلتی ہے
آنسوؤں کی گھٹائیں دے مالک ، میرے دل کی زمین جلتی ہے
خُوب رو لوں تو چین آ جائے، بھاپ یونہی کہاں نکلتی ہے
تیری رحمت ہے آنسوؤں کی جھڑی ، کل یہ چشمہ رواں رہے نہ رہے
کل کے دن کی کسے خبر پیارے، کل کا دن مہرباں رہے نہ رہے

کیوں نہ میں آج زندگی کو جیوں زندگی نے مجھے جیا برسوں
سانس لینا فقط نہیں جینا میں نے یہ زہر بھی پیا برسوں
تجھ سے غفلت میں عمر گذری ہے ہائے یہ جُرم بھی کیا برسوں
بے حسی مجھ پہ ایسی چھائی تھی نام تیرا نہیں لیا برسوں
آج پر عشق میں گداز ہے دل اب غمِ دو جہاں رہے نہ رہے
کل کے دن کی کسے خبر پیارے ، کل کا دن مہرباں رہے نہ رہے

خُوب تنہائیاں میسّر ہیں ،کیوں نہ جی بھر کہ آج ہم رو لیں
خود سے پہروں کریں تری باتیں ، گرد آنکھوں کی اس طرح دھو لیں
ہم جو بولیں تو ذکر ہو تیرا ، اور اس کے سوا نہ لب کھولیں

لہلہائے گی جو قیامت تک، کیوں نہ وہ فصل ذکر کی بو لیں
تُو ہے باقی،بقا فقط تجھ کو ، اور مری داستاں رہے نہ ہے
کل کے دن کی کسے خبر پیارے، کل کا دن مہرباں رہے نہ رہے

دل سلگنے سے جل گیا سینہ ایسی حدّت تھی اس شرارے میں
وقت ملتا نہ تھا سنبھلنے کا بہہ رہی تھی غموں کے دھارے میں
تیرے در سے ہی ہر نفع پایا ورنہ میں تھی بڑے خسارے میں
میں تو موری کی اینٹ تھی پیارے تو نے مجھ کو جڑا چوبارے میں
دل ہے زندہ تری نوازش سے جسم خستہ مکاں رہے نہ رہے
کل کے دن کی کسے خبر پیارے ، کل کا دن مہرباں رہے نہ رہے

میری باتوں پہ لوگ کہتے ہیں یہ تو باتیں ہیں سر پھروں جیسی
شاعری کیا ہے آہ و زاری ہے گفتگو ہے یہ دل جلوں جیسی
میری حالت کا عکس ہیں نظمیں جو ہے برباد بستیوں جیسی
روح بے چین مضطرب ہے دل زندگی اپنی رت جگوں جیسی
دوستی میں نے کی ترے غم سے اب کوئی راز داں رہے نہ رہے
کل کے دن کی کسے خبر پیارے ، کل کا دن مہرباں رہے نہ رہے

رات دن ہیں نوازشیں جاری ، کیا تری شانِ شہر یاری ہے
مجھ سی بے کس پہ یہ کرم تیرا، ہائے کیا لطفِ غم گساری ہے
تُو تو کہتا ہے مانگ جو چاہے ،آج فضلوں کی بے شماری ہے
میں مگر تیرے منہ کو تکتی ہوں ،عشق کا دل پہ زخمِ کاری ہے
تیرے جلوے اُتار لوں دل میں، کل اِن آنکھوں میں جاں رہے نہ رہے
کل کے دن کی کسے خبر پیارے، کل کا دن مہرباں رہے نہ رہے

کس سے میں شہر میں ملوں جا کر اب کسی سے بھی دل نہیں ملتا
ایسا مُرجھا گیا ہے یہ غنچہ لاکھ کوشش کروں نہیں کھلتا
زخم گہرا ہے اور پیچیدہ مجھ اناڑی سے یہ نہیں سلتا
تیرا کوچہ ہے مجھ کو راس آیا دل کسی طور اب نہیں ہلتا
یہ ٹھکانہ مجھے بہت کافی اب زمیں آسماں رہے نہ رہے
کل کے دن کی کسے خبر پیارے ، کل کا دن مہرباں رہے نہ رہے

دین و ایمان میرا تو پیارے تو مرا شوق میرا عزم و یقیں
تیرے در پر سکون پاتی ہے یہ مری بے قرار جانِ حزیں
عجز ہی وہ سنگھار ہے مالک جو بناتا ہے آدمی کو حسیں
سر فرازی اسی کی قسمت ہے تیری چوکھٹ پہ خم ہوئی جو جبیں
ورنہ ہستی ہی کیا ہے انساں کی اس کا نام و نشاں رہے نہ رہے
کل کے دن کی کسے خبر پیارے ، کل کا دن مہرباں رہے نہ رہے

زندگی اک سفر مرے مالک اور مسافر ہوں میں تھکی ہاری
بوجھ دل پر لدا غفلت کا سر پہ گٹھڑی گناہ کی بھاری
جا چکے دوست آشنا کتنے اب ہے سر پر کھڑی مری باری
صرف بخشش کا آسرا پیارے تیری بندی ہوں ایک بے چاری
مجھ کو رہنے دے اپنے قدموں میں کوئی گھر یا مکاں رہے نہ رہے
کل کے دن کی کسے خبر پیارے ، کل کا دن مہرباں رہے نہ رہے

خود سری سے غرق ہوا فرعوں اس نے کفر اور شر سے کیا پایا
اپنی جنت میں دھنس گیا قاروں اس قدر مال و زر سے کیا پایا
بُولہب کے شکستہ ہاتھوں نے شوکتِ بے ثمر سے کیا پایا

بُوحکم بُوجہل بنا آخر اس نے علم و ہنر سے کیا پایا
بس ترا فضل ہو تو بات بنے علم و فن کا نشاں رہے نہ رہے
کل کے دن کی کسے خبر پیارے ، کل کا دن مہرباں رہے نہ رہے

جن کے دل میں ترا بسیرا ہو ان کو پت جھڑ ہو یا بہار حسیں
قرب کا جو ترے مزہ چکھ لیں چین پاتے نہیں پھر اور کہیں
عاشقوں کے دلوں کی رونق تو ان مکانوں کا ایک تو ہی مکیں
تیرے در پر گریں تو پھر نہ اٹھیں تیرے عاشق سدا کے خاک نشیں
روح جب مستقل ہو سجدے میں پھر صدائے اذاں رہے نہ رہے
کل کے دن کی کسے خبر پیارے ، کل کا دن مہرباں رہے نہ رہے

میرے دل کی زمین بنجر تھی، تیرے فضلوں سے لہلہا اٹھی
جسم و جاں کو بھگو گئی یکسر، تیری رحمت کی جب گھٹا اٹھی
سوچ ابتر تھی روح میلی تھی، تیرے فضلوں سے جگمگا اٹھی
اور ان دل گداز لمحوں میں میرے دل سے یہی صدا اٹھی
اِذن دے دے کہ آج سب کہہ دوں، کل یہ طرزِ بیاں رہے نہ رہے
کل کے دن کی کسے خبر پیارے، کل کا دن مہرباں رہے نہ رہے

زندگی پل صراط ہے اپنی اور یہی عاشقوں کا جادہ ہے
دل کو مل مل کے آج دھونا ہے ، اس پہ اک میل کا لبادہ ہے
آنسوؤں سے نہائی ہیں آنکھیں، دل بھی کچھ با وضو زیادہ ہے
جذب و مستی میں ڈوب کر عرشی دو رکعت عشق کا ارادہ ہے
آج موسم ہے قدر دانی کا، کل کوئی قدر داں رہے نہ رہے
کل کے دن کی کسے خبر پیارے، کل کا دن مہرباں رہے نہ رہے

عجز بندوں کا تجھ کو بھاتا ہے ،سو اسی کا سنگھار کرتی ہوں
تیری چاہت کی چاہ میں مولا، تیرے بندوں سے پیار کرتی ہوں
اپنے شعروں میں دل کے داغوں کا شوق سے میں شمار کرتی ہوں
تیری باتوں سے دل نہیں بھرتا، اب مگر اِختصار کرتی ہوں
رحمتوں سے تری رواں ہے قلم، کل یہ جانے رواں رہے نہ رہے
کل کے دن کی کسے خبر پیارے، کل کا دن مہرباں رہے نہ رہے

ہم نے دنیا میں رہ کے دیکھا ہے گھر گئے تھے عجب جھمیلے میں
ہر طرف بھیڑ چال جاری تھی ،بہہ رہے تھے سب ایک ریلے میں
تیری دنیا ذرا بکھیڑا ہے ، چین و آرام ہے اکیلے میں
اپنے حُجرے میں مطمئن ہوں میں، خوب رونق ہے دل کے میلے میں
بس یہ دس دن بڑے غنیمت ہیں، پھر یہ محفل جواں رہے نہ رہے
کل کے دن کی کسے خبر پیارے، کل کا دن مہرباں رہے نہ رہے

☆☆☆☆

ریشمی جیل

یہ دنیا تو شطرنج کا کھیل ہے
سجائی گئی ریشمی جیل ہے
مگر میرا دل اس میں لگتا نہیں
مرے دل کو تیری طرف میل ہے

عمرِ رفتہ کا حساب

عمرِرفتہ کا جب حساب کیا ، اپنی حالت کو بے نقاب کیا
آئینہ خود کو میں نے دکھلایا ، دل کو پھر وقفِ ا ضطراب کیا
مجھ گراں بار پر رحم مولا ، مجھ گنہگار پر رحم مولا

تو نے عمرِ عزیز جو بخشی ، نیک و بد کی تمیز جو بخشی
اسکا کھل کر حساب کرتی ہوں ، آج کارِ ثواب کرتی ہوں
زندگی کا حسین سرمایہ ، تو نے بے مول جو دیا مجھ کو
تیری دنیا میں لُٹ گیا سارا ، مجھ پر اس کا حساب ہے بھارا
نفس کے سود خور بنیے نے مجھ سے چھینا ہے اک بڑا حصہ
اور دنیا کی رنگ رلیوں میں میں نے جو وقت خود گنوایا ہے
وہ بھی کافی طویل ہے قصہ

عمرِ رفتہ کا جب حساب کیا ، میں نے خود پر بہت عتاب کیا
مال و اولاد گر چہ فتنہ تھا ، پیار اس سے بھی مجھ کو کتنا تھا
پھر پُرانا نصاب یاد آیا ، مجھ کو عہدِ شباب یاد آیا
میرے بچوں نے روز و شب پہ مرے ، مجھ سے پوچھے بِنا کیا قبضہ
اور کہا یہ تو حق ہمارا ہے
ہم سے بڑھ کر تمہیں زمانے میں اور بتلاؤ کون پیارا ہے
اور شوہر کی ناز برداری ،وہ بھی تھی شوقیہ گرفتاری
میں نے چاہت سے مدتوں کی ہے ،ہونٹ بھینچے زبان سی لی ہے

رشتہ داروں سے بھی نبھانا تھا ، ان کی خوشیوں غموں میں جانا تھا
کھانے پینے نہانے دھونے پر ، محفلوں میں نمایاں ہونے پر
اور شاپنگ کو خوار پھرنے پر ، درزیوں سے جھگڑنے لڑنے پر
عمر کا ایک قیمتی حصہ ، میں نے سوچے بِنا گذارا ہے
ہائے یہ بھی نرا خسارہ ہے

عمرِ رفتہ کا جب حساب کیا میں نے خود کو کُھلی کتاب کیا
وقت کچھ دیں کو بھی دیا میں نے ، نیک یہ کام بھی کیا میں نے
اپنی نیت ٹٹولتی ہوں جب ، خود کو کانٹوں پہ رولتی ہوں تب
سوچتی ہوں کہ کیا حقیقت میں میرا یہ کام تھا خدا کے لیے
یا کہ عہدے کی چاہ تھی دل کو
ایک خواہش تھی اہم ہونے کی ، اور تمنائے جاہ تھی دل کو
یا کہ کرنے کو اور کچھ نہ تھا ، وقت کو بھی گذارنا تھا مجھے
یا مجھ یاد عہدِ بیعت تھا ، قرض وہ بھی اتارنا تھا مجھے
یونہی چُبھتے سوال کرتی ہوں ، خود سے جب بول چال کرتی ہوں
یہ بہر حال کام ایسے ہیں ، جن کا دار و مدار نیت پر
حال نیت کا کوئی کیا جانے ، اس امر کو فقط خدا جانے

عمرِ رفتہ کا جب حساب کیا ، بارہا خود کو بے حجاب کیا
وقت جو زندگی کی صورت تھا
اس پہ اول تو حق تھا مالک کا ، میرے مولا کا میرے خالق کا
جس نے بخشی تھی زندگی مجھ کو ، روشنی علم کی بھی دی مجھ کو
اس کی خاطر بھی کچھ کیا کہ نہیں ، وقت اس کو بھی کچھ دیا کہ نہیں
وہ جو عہدِ الست باندھا تھا ، عہد وہ بھی وفا کیا کہ نہیں

شرم ساری ہی شرم ساری ہے ،اشکباری ہی اشکباری ہے
چند بے روح سی نمازیں ہیں ، چند روزے کہ گویا فاقے ہیں
تھوڑی خیرات ہے ریا کے لیے ، وہ بھی اس نفسِ بے حیاء کے لیے
کوئی خالص عمل نہیں ملتا ،
جو کروں پیش اپنے آقا کو ، اس کی خوشنودی و رضا کے لیے
کھوٹ عملوں میں ، کھوٹ نیت میں
کھوٹ ہی کھوٹ ہے عبادت میں
ارحم الراحمیں رحم کرنا ، نہ شکستہ مرا بھرم کرنا
اعترافِ گناہ کرتی ہوں ، مجھ خطا کار پر کرم کرنا

☆☆☆☆☆☆☆

اوقات

ابتداء سے صورتِ حالات تھی لکھی ہوئی
جیت اس کی اور اپنی مات تھی لکھی ہوئی
بے سبب تو اس نے دھتکارا نہیں عرشی مجھے
میرے چہرے پر مری اوقات تھی لکھی ہوئی

تری بخشش کے چرچے سن کے ہم نادار آ بیٹھے

بھری محفل میں کرنے شوق کا اظہار آ بیٹھے
نہیں گرچہ زباں میں طاقتِ گفتار آ بیٹھے
شفا ہے ذکر میں تیرے سو ہم بیمار آ بیٹھے
کسی بھی طور سے چھڑ جائے ذکرِ یار آ بیٹھے
قصیدہ اک نیا لکھ کر سرِ دربار آ بیٹھے
تری بخشش کے چرچے سُن کے ہم نادار آ بیٹھے

فلک پر شور اک برپا کیا میری دہائی نے
ترے قدموں میں لا ڈالا بتوں کی بے وفائی نے
بڑے زوروں سے کھینچا تیری شانِ دل ربائی نے
مرے دل کو غناء بخشی ترے در کی گدائی نے
بڑے ارمان لے کر ہم مری سرکار آ بیٹھے
تری بخشش کے چرچے سُن کے ہم نادار آ بیٹھے

بہت سی محفلوں نے دل دُکھایا ان میں جب بیٹھے
وہاں کچھ اہلِ دولت اور کچھ اہلِ نسب بیٹھے

اُگلتے چشم و لب سے آگ تھے کچھ بو لہب بیٹھے
اور اک کونے میں ہم اہلِ محبت با ادب بیٹھے
یہی سوچا کئے ہم اس جگہ بے کار آ بیٹھے
تری بخشش کے چرچے سُن کے ہم نادار آ بیٹھے

نہیں شکوہ کسی بھی شخص سے ہر شخص ہے آلہ
پسِ پردہ خدا کا ہاتھ ہے چھیدے اگر بھالا
وہی غالب ہے اس کی شان ہے ہر شان سے بالا
خوشی ہو یا غمی اس کا محرک ہے خدا تعالیٰ
یہ نکتہ جان کر کچھ اور بڑھا پیار آ بیٹھے
تری بخشش کے چرچے سُن کے ہم نادار آ بیٹھے

سرِ محفل نہ میں روؤں نہیں ہے ضبط کا یارا
بڑا ہی تند ہے منہ زور ہے یہ درد کا دھارا
محبت نے کیا زندہ محبت نے مجھے مارا
شکستہ دل تری در پر پڑا رہتا ہے بے چارہ
کسی ڈسپینسری میں جس طرح بیمار آ بیٹھے
تری بخشش کے چرچے سُن کے ہم نادار آ بیٹھے

مری باتیں وہی سمجھے جو مجھ جیسا اکیلا ہو
سمندر جس کی آنکھوں میں چھپے ہوں دل میں صحرا ہو
خموشی فکر ہو جس شخص کی اور فکر گہرا ہو
اور اس کی گفتگو میں ہر گھڑی بس ذکر تیرا ہو

تری دہلیز پر جو شخص دھرنا مار آبیٹھے
تری بخشش کے چرچے سُن کے ہم نادار آبیٹھے

تمنا دید کی دل میں ہے اور چشم و نظر پیاسے
نہیں اب اور ہوتا مجھ سے یہ جیون بسر پیاسے
مری حالت کو سمجھیں گے زمانے میں مگر پیاسے
سمندر سامنے تھا پر رہے ہم عمر بھر پیاسے
مسلسل پیاس کا دل میں لئے آزار آبیٹھے
تری بخشش کے چرچے سُن کے ہم نادار آبیٹھے

بہت کم ظرف ہوں آقا مگر تو فضل کرتا ہے
عطاؤں سے تری مالک مرا کشکول بھرتا ہے
مرا ہر کام تیرے فضل و احساں سے سنورتا ہے
پر اپنی سمت جب دیکھوں گماں دل میں گذرتا ہے
خدا کے گھر میں جیسے بھول کر مئے خوار آبیٹھے
تری بخشش کے چرچے سُن کے ہم نادار آبیٹھے

ترے فضلوں کے قصے شوق سے ہر بار دھراؤں
کوئی اک بار جو پوچھے تو میں سو بار دھراؤں
میں اپنے جذب و مستی میں جو ذکرِ یار دھراؤں
سنے یا نہ سنے کوئی میرے سرکار دھراؤں
اسی چاؤ میں لے کر ہم نئے اشعار آ بیٹھے
تری بخشش کے چرچے سُن کے ہم نادار آبیٹھے

کبھی ہاتھوں کو تکتی ہوں کبھی ان کی لکیروں کو
نہ جانے آج کیا بخشش ملے گی ہم فقیروں کو
نہیں پرواز کی طاقت رہی اب گوشہ گیروں کو
پروں کو کاٹ لے یا چھوڑ دے تو ہم اسیروں کو
کبوتر ہیں ترے گھر کے پسِ دیوار آبیٹھے
تری بخشش کے چرچے سُن کے ہم نادار آبیٹھے

عجب یہ دل کی بستی ہے اجڑتی ہے نہ بستی ہے
کہ زیرِ آب ہو کر بھی یہ پانی کو ترستی ہے
تری رحمت کی بدلی ہر گھڑی مجھ پر برستی ہے
جو میری راہ کی دیوار ہے خود میری ہستی ہے
ہے دانش ور وہی جو بھول کر پندار آ بیٹھے
تری بخشش کے چرچے سُن کے ہم نادار آبیٹھے

ستارہ آخری بھی چھپ گیا اب آ بھی جا پیارے
امیدوں کا ہے بجھنے کو دیا اب آ بھی جا پیارے
بپا ہے دل میں حشرِ کربلا اب آ بھی جا پیارے
دریچے ہیں مری آنکھوں کے وا، اب آ بھی جا پیارے
بجھی جاتی ہے گرچہ طاقتِ دیدار آ بیٹھے
تری بخشش کے چرچے سُن کے ہم نادار آبیٹھے

کوئی تیری طرف دنیا سے جب منہ موڑ کر آیا
ہوا نادم گناہ کے سارے بندھن توڑ کر آیا
تو تُو بھی بے تکلف ساری رسمیں چھوڑ کر آیا

بشر کی سمت رب العالمیں یوں دوڑ کر آیا
کہ جیسے پہلوئے ِعاشق میں خود دلدار آ بیٹھے
تری بخشش کے چرچے سُن کے ہم نادار آبیٹھے

جو دل کو درد کی بھٹی میں روز وشب ہے پگھلاتا
مرادیں اپنے اُجلے من کی وہ لا ریب ہے پاتا
یقیں پختہ ہو جس سائل کا وہ خالی نہیں جاتا
خدا خالق خدا مالک خدا رازق خدا داتا
گرا کر بے یقینی کی ہر اک دیوار آ بیٹھے
تری بخشش کے چرچے سُن کے ہم نادار آبیٹھے

زمانے کی جو اہمیت کو پہچانے وہ دانا ہے
حقیقت احمدیت ہے جو باقی ہے فسانہ ہے
ہوئے قرآن کے فرمان پورے ہم نے مانا ہے
صحیفے جس میں پھیلائے گئے یہ وہ زمانہ ہے
بغل میں ہم بھی لے کر ''الفضل'' اخبار آ بیٹھے
تری بخشش کے چرچے سُن کے ہم نادار آبیٹھے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پتھر

ذہن اس طرح ہوئے سارے کے سارے پتھر
پھول ہیں سنگ یہاں اور ستارے پتھر

کائی نفرت کی دلوں سے نہ کسی طور چُھٹی
ہم نے ورنہ یہاں کیا کیا نہ سنوارے پتھر

جرم ہر شخص نے اپنا مرے ماتھے پہ لکھا
میری ہی سمت چلے آئے ہیں سارے پتھر

ان کی آنکھوں میں نمی چھوڑیے دھوکا ہو گا
آئینوں کے بھی مقابل کبھی ہارے پتھر

ہم نے اک عمر جنہیں لعل و جواہر سمجھا
ان کو پرکھا تو کھلا راز کہ سارے پتھر

آئینہ تھے تو مقدر رہا کرچی کرچی
کیا گنیں آج کہ کس شخص نے مارے پتھر

ذہن آسیب زدہ شہر کی صورت چپ ہے
کر گیا کون مری سوچ کے دھارے پتھر

جسم و جاں تو کئی برسوں سے تھے پتھر عرشی
ہو گئے آج مگر خواب ہمارے پتھر

ورق ورق تک
لو جائے

خون کی بارش پچھلے نقشے دھوجائے
شہروں میں انجانے چہرے بو جائے

روز اسے میں ڈھونڈوں ہاتھ پکڑ کر لاؤں
روز وہ ہاتھ چھڑا کر بھاگے کھو جائے

میری پوروں میں اک آگ سی جلتی ہے
لکھنے بیٹھوں ورق ورق تک لو جائے

اس کو جانے کی جلدی اور میری ضد
میری ساری بات سمجھ لے تو جائے

بے فکری ہے آنکھ جھپکتی گڑیا جیسی
جب اور جہاں لٹا دو اس کو سو جائے

وہ رستے کی بھیڑ میں میرے ساتھ تو ہے

راہ ملے تو ہو سکتا ہے کھو جائے

میری خواہش میرے سر پر ہاتھ رکھے
اس کی عادت دو پل ٹھہرے ، وہ جائے

بت کی صورت اس کو تکتی رہتی ہوں
ڈر ہے آنکھ میں جھپکوں اور وہ کھو جائے

دل کی بھولے بچوں جیسی عادت عرشی
جو بھی ہاتھ پکڑ لے اس کا ہو جائے

☆☆☆☆☆☆

بلبل

قلم کو وہ مرے ہر سو بہکنے بھی نہیں دیتا
مجازی عشق سے اس کو مہکنے بھی نہیں دیتا
میں اس کے باغ کی بُلبل ہوں یہ اعزاز ہے میرا
ہر اک ڈالی پہ وہ مجھ کو چہکنے بھی نہیں دیتا

ٹوٹے ہوئے برتن کی صدا اور ہی کچھ ہے۔۔۔

اس عشق میں مٹنے کا مزہ اور ہی کچھ ہے
اور ہار میں اک جیت جدا اور ہی کچھ ہے

اس شوخ کا بھی طرزِادا اور ہی کچھ ہے
کچھ اور ہی مانگا تھا دیا اور ہی کچھ ہے

کہتے ہیں وہ انگلی سے مرے دل کو بجا کر
ٹوٹے ہوئے برتن کی صدا اور ہی کچھ ہے

ڈھنگ ان کی نوازش کے ہیں کچھ اور طرح کے
اور دل کو مرے ان سے گلا اور ہی کچھ ہے

دن کو بھی مناجات کا گو لُطف جدا ہے
راتوں کا مگر لُطفِ دعا اور ہی کچھ ہے

ہم یوں تو دعا کے لئے کہہ دیتے ہیں سب سے
عرشی دلِ مضطر کی دعا اور ہی کچھ ہے

☆☆☆☆☆

سب ہار دیا

اس بار تو دل کی بازی میں اے جانِ جاں سب ہار دیا
زر ہار دیا ، سر ہار دیا ، ظاہر پنہاں سب ہار دیا

جب عشقِ حقیقی نے دل کے دروازے پر آ دستک دی
جاں سحر زدہ سی اٹھ بیٹھی ، جو کچھ تھا جہاں سب ہار دیا

تھیں وصل کی راہیں تنگ بہت ، سو بھاری گٹھڑ پھینک دیئے
دنیا کی ہوس دنیا کی متاع ، اک بارِ گراں سب ہار دیا

جب عشق نے پوچھا چپکے سے چلنا ہے تو چل ، اب دیر نہ کر
میں ننگے پاؤں دوڑ پڑی ، پوچھا نہ کہاں ، سب ہار دیا

ہو عشق بھی اور خوداری بھی ، دنیا کی متاع ہو پیاری بھی
یہ بات نہیں اک عاشق کے شایانِ شاں سب ہار دیا

جب ہم بھی ترے اور جاں بھی تری پھر بھاؤ تاؤ ٹھیک نہیں
اور عشق کوئی بیوپار نہیں ، سو سود و زیاں سب ہار دیا

کچھ پھندے تھے مضبوط بہت اور دل کو جکڑے رکھتے تھے
اب رشتے ناطے دنیا کے اک وہم و گماں سب ہار دیا

مولا کی طلب کے دعووں میں لفاظی ایک ''فضولی'' ہے
تصدیق عمل سے کی جس نے ، کھولی نہ زباں سب ہار دیا

اک آن سے اس نے پوچھا تھا کیا ہار کی بازی کھیلو گی
میں نعرہ مار کے بول اٹھی ہاں ہاں مری جاں سب ہار دیا

لہجے کی کھنک لفظوں کی چمک ، سب گزرے دور کا قصہ ہے
وہ تانا شاہی ، ناز و ادا ، وہ شوکت و شاں سب ہار دیا

وہ دن بھی عرشی بیت گئے جب طرزِ بیاں میں جادو تھا
اب لفظ ہیں گونگے ، ہونٹوں پر نہ ہوں نہ ہاں سب ہار دیا

....

سُرنگ

تیری دنیا کے قید خانے میں
ہم کہاں سوئے رات بھر جاگے
کھو لی پھر سرنگ چپکے سے
تیری چاہت کی اور نکل بھاگے

☆☆☆☆☆

اب آ بھی جا

زندگی اپنی ہے حرفِ رائیگاں اب آ بھی جا
ایک اک لمحہ ہے مجھ پر نوحہ خواں اب آ بھی جا

جان سے جائے نہ جانِ ناتواں اب آ بھی جا
انتہا پر ہے مرا سوزِ نہاں اب آ بھی جا

چھوٹنے کو ہے مرے ہاتھوں سے اب حدِ ادب
چیخ کر رونے کو ہے اک بے زباں اب آ بھی جا

مجھ سے خستہ حال سے پیارے تغافل کس لئے
بے رخی کب ہے ترے شایانِ شاں اب آ بھی جا

ناں بلاتا ہے مجھے ناں آپ آتا ہے کبھی
کس لئے مجھ سے ہے اتنا بدگماں اب آ بھی جا

ہم انا کو روند کر بیٹھے ہیں مثلِ پائیداں
ناز سے تو پیر رکھ اور جانِ جاں اب آ بھی جا

مجھ سے عاشق روز روز آتے نہیں ہیں دہر میں

کچھ تو میری قدر کر اے قدر داں اب آ بھی جا

آج شب تو قرب کی مئے ان کو جی بھر کر پلا
لوٹ نہ جائے ہجومِ تشنگاں اب آ بھی جا

عشق کی مستی میں دل چاکِ گریباں پر مُصر
آج برسوں بعد جذبے ہیں جواں اب آ بھی جا

جان اب آنکھوں میں اٹکی ہے ترے بیمار کی
اور مت لے صبر کا یہ امتحاں اب آ بھی جا

آج یہ لاچار دل ہے ٹھوکروں میں پاؤں کی
ٹوٹ جانے کو ہے اک جنسِ گراں اب آ بھی جا

پر شکستہ ہوں اڑاری کا بھی مجھ میں دم نہیں
اور تا حدِ نظر ہے آسماں اب آ بھی جا

اب کسی بھی غیر کی آہٹ نہیں خوشبو نہیں
کب سے خالی ہے مرے دل کا مکاں اب آ بھی جا

سر کے بل آئے گی عرشی تیری اک آواز پر
شوق سے کر آج اس کا امتحاں اب آ بھی جا

تجھ سے نہ کہوں تو کس سے کہوں

یہ درد جو دل کو چیر گیا تجھ سے نہ کہوں تو کس سے کہوں
میں عبد ترا تو میرا خدا تجھ سے نہ کہوں تو کس سے کہوں

اک تو ہی محرمِ راز مرا ہمدرد مرا دم ساز مرا
بندوں سے مجھے آتی ہے حیا تجھ سے نہ کہوں تو کس سے کہوں

کچھ دن جو قرب میں گذرے ہیں وہ دن ہی مرا سرمایہ ہیں
ہر دن میں تھا اک لطف نیا تجھ سے نہ کہوں تو کس سے کہوں

میں تجھ سے باتیں کرتی ہوں ہنستی ہوں کبھی رو دیتی ہوں
کیا تو نے میرا حال کیا تجھ سے نہ کہوں تو کس سے کہوں

اب دنیا داری کی باتیں سنتے ہی نہیں ہیں کان مرے
آہٹ پہ تری یہ دل اٹکا تجھ سے نہ کہوں تو کس سے کہوں

میں چلتے پھرتے سوتے جاگتے تجھ سے باتیں کرتی ہوں
تو کہتا ہے جا سر نہ کھا تجھ سے نہ کہوں تو کس سے کہوں

جس روز نہ تجھ سے مل پاؤں دل اُکھڑا اُکھڑا رہتا ہے

وہ دن ہے گویا یومِ سزا تجھ سے نہ کہوں تو کس سے کہوں

ہر آن مرے ہمراہ بھی تُو پر پیارے بے پرواہ بھی تو
کھونے کا تجھے دھڑ کا ہے لگا تجھ سے نہ کہوں تو کس سے کہوں

دنیا میں تو نے بھیج دیا ہم آ بھی گئے اور رہ بھی لئے
اس میلے میں پر دل نہ لگا تجھ سے نہ کہوں تو کس سے کہوں

اشعار کا فن لفظوں کا ہُنر خود تو نے مجھ کو بخشا ہے
اب کہتا ہے مت شعر سنا تجھ سے نہ کہوں تو کس سے کہوں

کم ظرف ہے پیہم فضلوں سے کچھ شوخی میں آ جاتی ہے
عرشی کو زیادہ منہ نہ لگا تجھ سے نہ کہوں تو کس سے کہوں

☆☆☆☆☆

ایک شعر

میلہ سا ایک اپنے ہی اندر بپا رہا
باہر کے موسموں میں رہے ہی کہاں ہیں ہم

بھول گئی

دروازے کی جانب پل پل آنا جانا بھول گئی
تنگ قفس میں رہتے رہتے پر پھیلانا بھول گئی

باز کے ظالم پنجرے میں میں زخمی سہمی چڑیا ہوں
چوں چوں کرنا بھول گئی فریاد سنانا بھول گئی

اس نے اتنے ظلم سے اتنے روکھے پن سے وار کیئے
گم سُم اس کو تکتی ہوں چوٹیں سہلانا بھول گئی

نہ پتھر کا دل ہوتا ہے نہ آنکھیں نہ کان نہ لب
جب یہ جانا دیواروں سے سر ٹکرانا بھول گئی

اُس چہرے کی بے رحمی تو میری ہمت توڑ گئی
دبی دبی فریاد تو کی اس کو دھرانا بھول گئی

اتنا بھی احساس سے عاری ہونا شائد ممکن ہے
اس کی نفرت برسوں کا وہ ساتھ پرانا بھول گئی

ریل کے ڈبے میں جس طرح دو انجانے بیٹھے ہوں

ایسے جیون کاٹا ہے میں ہنسنا گانا بھول گئی

آتے آتے لب سی کر جینے کا سلیقہ آ ہی گیا
ہونٹوں پر اب قفل لگا میں بات بنانا بھول گئی

من کے زخموں کو دھونے میں اپنا جیون بیت گیا
تن کا تب سے ہوش نہیں میں خود کو سجانا بھول گئی

برسوں پہلے مہماں بن کر یہ تنہائی آئی تھی
ایسی جم کر بیٹھی دل میں واپس جانا بھول گئی

سب مجھ سے ناراض ہیں میں کیا اپنی صفائی پیش کروں
رسموں ماری دنیا میں میں رسم نبھانا بھول گئی

اب تو دل پر جو بھی گذرے کہہ دیتی ہوں لکھ دیتی ہوں
پے در پے جب زخم لگے میں چوٹ چھپانا بھول گئی

اُس سے میری سوچ جدا ہے عرشی میرا جرم ہے یہ
اپنی رائے رکھی ہاں میں ہاں کو ملانا بھول گئی

☆☆☆☆☆☆☆☆

بُت خانہ

یہ دنیا ایک بت خانہ ہے ہر کوئی پجاری ہے
موحد خود کو کہتے ہیں ، یہ نادانی ہماری ہے
کہیں پر مال کا بُت ہے ، کہیں اولاد کا بت ہے
زمینوں کا ، مکانوں کا ہے ، جائیداد کا بت ہے
کہیں ہے نوکری کا بت ، تجارت کا کہیں بت ہے
وزارت کا کہیں بت ہے ، سفارت کا کہیں بت ہے
کہیں ہے جاہ کی خواہش صدارت کا کہیں بت ہے
کہیں ہے دوستی یاری ، تعلقات کا بت ہے
کہیں ہے نفس کی پوجا ، خود اپنی ذات کا بت ہے
غرض اپنے حواسوں پر ہے دنیا رات دن چھائی
ہوئے جب نیند میں غافل تو خوابوں میں چلی آئی
مگن ہیں ہر گھڑی پوجا میں ، نشہ ہم پہ طاری ہے
پرستش آج کل اسباب کی اک شرک بھاری ہے
لہو کی طرح یہ سب کے رگ و ریشے میں جاری ہے
یہ دنیا ایک بت خانہ ہے ،ہر کوئی پجاری ہے

....

ایک تنہائی ہے تا حدِ نظر کوئی نہیں
جان لیوا ہے سفر اور ہم سفر کوئی نہیں

مجھے چوکھٹ سے مت اپنی اُٹھانا

مرے سر پر ہے لوئی بے کسی کی گلے میں عجز کی جھولی ہے ڈالی
بہت مجبور ہوں عاجز ہوں پیارے نہیں بے کس کی کوئی شان عالی
ترے در کی فقیری مان میرا پلٹ کر جاؤں میں کس منہ سے خالی
مرا نام اور پتہ ہے مختصر سا سوالی، پھر سوالی، پھر سوالی

مرے جیسے یہاں لاکھوں پڑے ہیں یہیں رہنے دے میرا آب و دانہ
بس اتنی التجاء ہے تجھ سے پیارے مجھے چوکھٹ سے مت اپنی اُٹھانا

نہیں ہے تاب غم کی مجھ میں باقی یہ دل پوری طرح ٹوٹا ہوا ہے
میں اپنے آپ کو کیسے سمیٹوں ہر اک ذرّہ مرا بکھرا ہوا ہے
بھرا رہتا ہے دل بہتے ہیں آنسو یہ برتن بے طرح چٹخا ہوا ہے
میں کس کس سے چھپاؤں حال اپنا بدن ڈھانکا تو سر ننگا ہوا ہے

رہوں کب تک گریزاں محفلوں سے بناؤں ہر گھڑی میں کیا بہانہ
بس اتنی التجاء ہے تجھ سے پیارے مجھے چوکھٹ سے مت اپنی اُٹھانا

زباں میری کسی نے کچھ نہ سمجھی میں اپنے گھر میں بھی اک اجنبی ہوں
ہر اک لمحہ نیا ہے تازیانہ کسی سے کیا کہوں کتنی دُکھی ہوں
جگہ دینے کی خاطر ہر کسی کو سدا دیوار تک پیچھے ہٹی ہوں
سو مجھ میں زندگی تو مر چکی ہے مگر کہنے کو اب تک جی رہی ہوں

شکستہ ہوں دکھی ہوں جاں بلب ہوں اور اوپر سے ترا یہ آزمانا
بس اتنی التجاء ہے تجھ سے پیارے مجھے چوکھٹ سے مت اپنی اُٹھانا

مرا مقصد فقط تیری رضا ہے سو کہہ دیتی ہوں سب اچھا ہوا ہے
پہ دل ہاتھوں سے نکلا جا رہا ہے نہ جانے کس طرح تھاما ہوا ہے
غموں کا زہر اک نشّے کی صورت رگ و پے میں مری اُترا ہوا ہے
سو ہر پل بے خودی کی آرزو ہے خودی کو تاک پر رکھا ہوا ہے

دعا ہے کاش تیرے دل کو بھائے مرا اک آدھ حرفِ عاجزانہ
بس اتنی التجاء ہے تجھ سے پیارے مجھے چوکھٹ سے مت اپنی اُٹھانا

حویلی ہے مرے دل کی شکستہ مگر غم ہیں کہ بارش کی جھڑی ہے
تھکن اک مستقل رہنے لگی ہے فصیلِ جسم گرنے کو کھڑی ہے
کوئی رکتا نہیں خاطر کسی کی یہاں ہر ایک کو اپنی پڑی ہے
بہت ہم روئیں گے پھر چُپ نہ ہوں گے یہی ہم سے فقیروں کی تڑی ہے

فقیروں کی تڑی کا مان رکھنا تڑی ہم بے کسوں کی عاجزانہ
بس اتنی التجاء ہے تجھ سے پیارے مجھے چوکھٹ سے مت اپنی اُٹھانا

نکل آئے یونہی بے بات آنسو یہ ندّی بے سبب ہی بہہ رہی ہے
نہیں کچھ بھی کہا میں نے زباں سے مگر آزردگی کچھ کہہ رہی ہے
نہیں غیروں سے کچھ عرشی کو شکوہ وہ زخمِ آشنائی سہہ رہی ہے
اسے تنہائیوں نے مار ڈالا بھرے گھر میں اگر چہ رہ رہی ہے

اور اس پر ہر کسی سے ہنس کے ملنا اسی کا نام ہے رسمِ زمانہ
بس اتنی التجاء ہے تجھ سے پیارے مجھے چوکھٹ سے مت اپنی اُٹھانا
خود اپنی کھال کھینچی میں نے برسوں خود اپنی دار کاندھے پر اُٹھائی
مری طاقت سے بڑھ کر کام تھا یہ سو گونجی چار سُو میری دہائی
سبھی زخموں کو شعروں میں پرویا دُکاں بازار میں میں نے لگائی

مرے دل میں سلگتی ہے جو بھٹی یہی تو عمر بھر کی ہے کمائی
ہوئی پل بھر کو بھی گر آنچ مدھم لگا دل پر نیا اک تازیانہ
بس اتنی التجاء ہے تجھ سے پیارے مجھے چوکھٹ سے مت اپنی اُٹھانا

نہیں مظلوم کی گو کوئی وقعت پر اس کی آہ کی وقعت ہے کافی
چبھے گر آنکھ میں تڑپا کے رکھ دے کہ خار و خس میں بھی طاقت ہے کافی
نہیں رکتیں برسنے سے یہ آنکھیں اگر چہ ضبط کی عادت ہے کافی
میں کیا نام و نسب اپنا بتاؤں فقط تجھ سے مری نسبت ہے کافی

نہیں تیرے سوا کچھ پاس میرے تو میرا مال وزر میرا خزانہ
بس اتنی التجاء ہے تجھ سے پیارے مجھے چوکھٹ سے مت اپنی اُٹھانا

محل اپنے جسے چاہے عطا کر مجھے پیارے تری چوکھٹ ہے کافی
تری دُنیا سے نسبت سرسری ہے سو تجھ سے پیار کی فرصت ہے کافی
بنانے میں بھی خود کو اک مزہ ہے مٹا دینے میں بھی لذت ہے کافی
فنا ہونا مجھے راس آگیا ہے جیئے جانے میں بھی آفت ہے کافی

تجھے بھولوں تو مجھ کو موت آئے یہی میری دعا ہے عاجزانہ
بس اتنی التجاء ہے تجھ سے پیارے مجھے چوکھٹ سے مت اپنی اُٹھانا

زباں کو بھینچ کر دانتوں میں اپنے یہی سوچا ہے میں چُپ سادھ لوں گی
مجھے تُو صبر کی توفیق دینا میں اپنے سر پہ ہر اُفتاد لوں گی
جو چاہے شوق سے دل شاد کر لے میں جب لوں گی دلِ برباد لوں گی
نہیں دنیا سے اپنا لینا دینا فقط تجھ سے میں پیارے داد لوں گی

نہیں نفرت کسی سے پیار سب سے یہی اپنی صدائے عاشقانہ

بس اتنی التجاء ہے تجھ سے پیارے مجھے چوکھٹ سے مت اپنی اُٹھانا

مرا دل ہے کہ اک شہرِ خموشاں ہے قبرستان کی مانند ویراں
کئی کتبے پرانے اور مدھم کئی قبروں کے کتبے ہیں نمایاں
مری عمرِ گذشتہ دفن ہے یاں لکھا ہے اس کے کتبے پر ''پشیماں''
اور اب جو زندگی میں جی رہی ہوں اسی کا نام ہے شامِ غریباں

بہت مشکل تری دنیا میں جینا اور اس پرجبر لوگوں سے نبھانا
بس اتنی التجاء ہے تجھ سے پیارے مجھے چوکھٹ سے مت اپنی اُٹھانا

کیا میں نے سفر تنہائیوں کا بیاباں خود شناسی کے کھنگالے
لگا کر عشق کی چابی کو کھولے خرد کے سارے زنگ آلود تالے
رواجوں کے اندھیروں میں چھپے تھے حقائق کے کئی دلکش حوالے
جہاں تحریر قانونِ بقا تھا فنا کے نقش تھے اس جا حوالے

نئی ہر چوٹ نے کھولے ہیں مجھ پر بہت انمول سّرِ غائبانہ
بس اتنی التجاء ہے تجھ سے پیارے مجھے چوکھٹ سے مت اپنی اُٹھانا

پیغامِ حضورِ انور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھو الناصر

مکرمہ ارشاد عرشی صاحبہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا محررہ 14-1-2004 مع تازہ شاہکار نظم "آج کی تعلیم یافتہ بچی کے نام" موصول ہوا۔ جزاک اللہ فی الدارین خیراً۔ آپ نے ماشاء اللہ بڑی اچھی نظم کہی ہے آپ کا پہلا کلام میں نے پڑھا تھا جس پر حضرت صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی تبصرہ فرمایا تھا کہ لگتا ہے آپ کا کلام دل کو لگی کسی گہری چوٹ کا نتیجہ ہے۔ بہرحال آپ ماشاء اللہ بہت اچھا کہتی ہیں۔ اللہ آپ کی ذہنی و قلبی صلاحیتوں کو مزید جلا بخشے۔ آپ نے اپنے دوسرے مجموعۂ کلام کا اس میں ذکر کیا ہے وہ اب تک تو نہیں ملا تھا تاہم آپ کے خط میں دیئے نمبر پر فون کر کے خود منگوا لیا ہے۔ جزاکم اللہ۔

اللہ کرے کہ آپ اور آپ کی آئندہ نسلیں محض اس کے فضل سے خلافتِ احمدیہ پر غیر متزلزل سچا ایمان اور جماعت سے اطاعت کا گہرا اور ادب کا پیارا تعلق برقرار رکھیں اور اس کے ابدی فضلوں کے وارث بنیں۔ اللّٰھم آمین۔ اللہ آپ کی امی کو بابرکت اور صحت والی لمبی زندگی عطا فرمائے۔ آمین فی امان اللہ

والسلام
خاکسار
مرزا مسرور احمد
خلیفۃ المسیح الخامس

دوسرے مجموعہ کو دیکھ کر پھر آپ کی خواہش کے مطابق خود لکھوں گا۔ [illegible] کا شکریہ [illegible]۔

آج کی تعلیم یافتہ بچی کے نام

(فریادِ درد)

مری بچی جو فرصت ہے تو آ کچھ کام کرنا ہے
تجھے کچھ وقت کا حصہ خدا کے نام کرنا ہے
پیامِ احمدیت کو جہاں میں عام کرنا ہے
وجودِ زن پہ تجھ کو حُجتِ اتمام کرنا ہے
نہیں طاقت اگر کردار میں بے کار ہے ڈگری
نہیں شوکت اگر افکار میں بے کار ہے ڈگری

نئے اس دور پر آسیبِ آزادی کا سایہ ہے
عجب اِک خود سری کا شوق ہر دل میں سمایا ہے
بہت ہے زعم عورت کو مقام اپنا بنایا ہے
فقط فیشن کے پردے میں جہالت کو چھپایا ہے
ہے سر پر علم کی گٹھڑی، پر اس کی عقل حیراں ہے
خبر اس کو کُھلے سر کی ہے، نہ ہوشِ گریباں ہے

بجا ہے منفرد ہونا ہر اِک عورت کی خواہش ہے
مگر اس دور میں بھڑکی ہوئی جِس نمائش ہے
ہر اک کو فکر فیشن کی تمنائے ستائش ہے
سو پردہ آج عورت کے لیے اک آزمائش ہے
مئودب ہوں زمانے کی نگاہیں تُو اگر چاہے
تری خاطر یہ بن جائیں پناہیں تُو اگر چاہے

حسیں باطن سے اپنے جانِ من تُو بے خبر کیوں ہے
لباس اور خال و خد تک ہی فقط تیری نظر کیوں ہے
تری نظروں میں حُسنِ ظاہری ہی معتبر کیوں ہے
اسی محدود سے میدان میں تیرا سفر کیوں ہے
نمائش کی نہیں تُو چیز دُنیا کو بتانا ہے
بہت سج دھج ہوئی باہر کی، اب اندر سجانا ہے

بڑی چاہت سے تُجھ کو دستِ قدرت نے سنوارا ہے
خدا کے حُسن و احساں کا تُو زندہ استعارہ ہے
جو بیٹی ہے تو تُو جانِ پدر آنکھوں کا تارہ ہے
جو بیوی ہے تو تیری دل رُبائی آشکارہ ہے
شعور و آگہی کا اب تجھے احساس کرنا ہے
فقط اِک جست میں طے تُجھ کو ہفت افلاک کرنا ہے

تری تخلیق میں کیا کیا نہ خوبی مرحبا رکھ دی
وفا رکھ دی، ادا رکھ دی، نگاہوں میں حیا رکھ دی
دیا جب ماں کا رُتبہ تیری عزت بے بہا رکھ دی

ترے پاؤں تلے جنت کی پھر آب وہوا رکھ دی
تری بانہوں کی وادی میں نئی نسلیں ہمکتی ہیں
ترے ماتھے پہ کرنیں حُسنِ ممتا کی دمکتی ہیں

یہ دوراہا کڑا ہے ابتلا جس پر کھڑی ہے تُو
خدا کا پیار ہے دل میں پہ دنیا میں گڑی ہے تُو
زمانہ جس میں کروٹ لے رہا ہے وہ گھڑی ہے تُو
خدیجہؓ ،عائشہؓ کے دور کی اگلی کڑی ہے تُو
خدا سے عہد جو باندھا ہے وہ پل پل نبھانا ہے
نمونہ صبر و استقلال کا تُو نے دکھانا ہے

نئے دورِ تمدن کی تجھے بنیاد بننا ہے
غلامی مصطفےٰ ﷺ کی کر اگر آزاد بننا ہے
زمانہ جس کو دھرائے گا وہ روداد بننا ہے
تجھے تاریخ کے سینے میں میٹھی یاد بننا ہے
مسلسل تُجھ کو چلنا ہے،کہاں آرام کرنا ہے
تُجھے شیطان کے ہر وار کو ناکام کرنا ہے

مری جاں تیرے علم وفن کی دُنیا کو ضرورت ہے
ترے اُجلے چمکتے من کی دنیا کو ضرورت ہے
ترے مذہب کے پیراہن کی دنیا کو ضرورت ہے
ترے کردار کی اُترن کی دنیا کو ضرورت ہے

مری جاں تُو ہی مستقبل کی وحدت کی علامت ہے
نئ نسلیں سلامت گر ترا ایماں سلامت ہے

تری ساری توانائی جماعت کی امانت ہے
تری سوچوں کی گہرائی جماعت کی امانت ہے
فراست اور دانائی جماعت کی امانت ہے
ترے باطن کی رعنائی جماعت کی امانت ہے
خُدائی کا جمالی رُخ تجھی سے آشکارہ ہے
تُو اس بھٹکے زمانے کے لیے قطبی ستارہ ہے

تری پاکیزگی کی لو سے دنیا جگمگا جائے
تقدس تیرے باطن کا ترے ظاہر پہ چھا جائے
خُدا چاہے تو تُو ہستی کا اپنی راز پا جائے
زمانے کو بدل دینے کی طاقت تُجھ میں آ جائے

چلن جو مٹ گئے عرشی اُنہیں پھر عام کرنا ہے
پسِ پردہ تجھے رہ کر یہ سارا کام کرنا ہے

☆☆☆☆

پیغامِ حضورِ انور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم
وعلیٰ عبدہِ المسیح الموعود
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھو النّاصر

واجعل لی من لدنک سلطاناً نصیراً
انا فتحنا لک فتحاً مبیناً
امام جماعت احمدیہ
لندن
17.4.2004

مکرمہ عرشی ملک صاحبہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا تازہ کلام "درِ آج کے احمدی نوجوان کے نام" موصول ہوا پڑھا ہے نظم ماشاءاللہ اچھی ہے اور درحقیقت بڑی دلنشین بھی۔ اللہ آپ کے نیک خیالات اور جذبات اور قلم کو دوام بخشے اور آپکی تحریر کا بے ساختہ پن اور پُر اثر نرم حسنِ بیان کو ہمیشہ برقرار رکھے۔ آمین اللّٰھم آمین۔ دعاؤں پہ زور دیں!
اللہ آپ کے ایمان اور یقین میں برکت دے اور ثباتِ قدم عطا فرمادے اور آپ کی دوست کو بھی خوشیاں دکھائے۔ آمین۔

فی امان اللہ　والسلام
خاکسار
[signature]
خلیفۃ المسیح الخامس

مکان ۱۸۹
گلی ۱۸
الیف۔ ٹن۔ ٹو
اسلام آباد۔ پاکستان

آج کے احمدی نوجوان کے نام

مرے بیٹے مرے لختِ جگر اک التجاء سن لے
اگر ماں سے محبت ہے تو پھر میرا کہا سن لے
نبھانی ہے محمدﷺ سے تجھے رسمِ وفا سن لے
اُمیدیں تجھ سے جو رکھتی ہوں ان کی انتہا سن لے

امامِ وقت کا قائم ہمیشہ مان رکھنا ہے
خدا کا عشق دل میں ہاتھ میں قُرآن رکھنا ہے

تناسب ہو توازن ہو ترے افکار میں پیارے
نمونہ ہو صحابہؓ کا ترے کردار میں پیارے
جو دیں پر حرف آتا ہو کسی تکرار میں پیارے
گرج پھر شیرِ نر کی ہو تری للکار میں پیارے

ہو ورنہ عاجزی ، ایمان سے سینہ ہو پُر تیرا
جکڑ ہو لاکھ زنجیروں کی لیکن دل ہو حُر تیرا

خدا سے دوستی رکھنا اسی سے حالِ دل کہنا
کبھی جب ابتلا آئیں تو ان کو صبر سے سہنا
خدا کا قرب اور تقویٰ ہو تیری روح کا گہنا
اور اس دنیا کے علم و فن میں بھی پیچھے نہیں رہنا

کوئی آگے نہ بڑھ جائے کسی بھی علم میں تجھ سے

کوئی بازی نہ لے جائے کمالِ حلم میں تجھ سے
تو محرومی سے ، مایوسی سے ، ناکامی سے ہے بالا
جو کفر و شرک کو چھیدے ، ترا ایمان وہ بھالا
تو خادم احمدیت کا ترا رتبہ بہت اعلیٰ
گلے میں تیرے ڈالی جائے گی کل جیت کی مالا
تو ایسا بیج ہے جس کو خدا نے آپ بویا ہے
اسی نے تیرے دل کو صبر کے پانی سے دھویا ہے
ترے تابع رہیں گے سب خدا کا گر تو تابع ہو
سو کل جو کاٹنا چاہے وہی کچھ سوچ کر تو بو
جو دل شفاف رکھنا ہے تو اس کو آنسوؤں سے دھو
خدا کی گر مدد چاہے تو پھر راتوں کو اٹھ کر رو
اطاعت میں عبادت میں عجب اعجاز پنہاں ہے
کہ مخدومی کا پیارے خدمتوں میں راز پنہاں ہے
ترے دل میں چھپے جذبوں کا بےشک امتحاں ہو گا
بہار آنے سے پہلے لازماً وقتِ خزاں ہو گا
بہت سے ابتلا آئیں گے اور خوفِ زیاں ہو گا
تھپیڑے ان گنت سہہ سہہ کے تو جنسِ گراں ہو گا
ترے قول و عمل کو پھر عطا ہوں گی وہ تاثیریں
تری خاطر بدل دی جائیں گی دنیا کی تقدیریں
لبھائے جب تجھے دنیا تو ہرگز نہ بہکنا تو
فریب و مکر کو اس کے فراست سے پرکھنا تو
ضرورت اور آسائش میں قائم فرق رکھنا تُو
یہ نہرِ آزمائش ہے ، فقط چُلّو ہی چکھنا تو
تجھے جالوت سے لڑنے کی پھر دی جائے گی طاقت

قدم چومے گی تیرے آپ بڑھ کر فتح و نصرت

نہ تجھ پر رعب ہو مغرب کا، اسکی شان عالی ہے

ڈھکا ہے جسم آسائش سے لیکن روح سوالی ہے

ہے دنیا میں مگن ہر قوم خواہ گوری کہ کالی ہے

خدا کا قرب پانے کا مگر میدان خالی ہے

چھپے جوہر دکھا ، صدق و وفا سے جیت لے میداں

ترے ہی نام لکھی جا چکی ہیں کل کی سب صدیاں

شجر اسلام کا ہر پل تری محنت کا خوں مانگے

تجھے رہنا ہے متحرک ، نہ دل تیرا سکوں مانگے

مشقت دن کی مانگے ، رات کا سوزِ دروں مانگے

خرد کو چھوڑ ، تجھ سے عشق اک رنگِ جنوں مانگے

ملا ہے آج گر موقع تو کچھ کر کے دکھا دینا

خدا کا تو سپاہی ہے ، زمانے کو بتا دینا

مٹا دے اپنی ہستی کو جبھی تو کامراں ہو گا

فنا ہو کر امر ہو گا ، تو حرفِ جاوداں ہو گا

تری نایاب کوشش کا خدا خود قدرداں ہو گا

فرشتوں کا تری تائید میں لشکر رواں ہو گا

جُدا ہے جنگ تیری ، تیری تدبیریں جدا سب سے

جُدا تیرا عمل ہے ، تیری تقدیریں جدا سب سے

چھپا تجھ میں ہی دستِ لم یزل ہے تو اگر سمجھے

بہت انمول ہے تو ،بے بدل ہے تو اگر سمجھے

کہ پُر ہیبت تری بانگِ دہل ہے تو اگر سمجھے

تجھی سے شرک کو خوفِ اجل ہے تو اگر سمجھے

حسینی راہ بھی تیری ہے حسنی راہ بھی تیری

رہے گی تا ابد سایہ فگن تجھ پر دعا میری
سفینہ دل کا اُلفت کے سمندر میں رواں رکھنا
اطاعت اور قربانی کے کھولے بادباں رکھنا
خلیفہ سے خلافت سے محبت بے کراں رکھنا
اور اپنی زندگی عرشیؔ مثالِ عاشقاں رکھنا

ہر عسر و یُسر میں عہدِ بیعت تو نے نبھانا ہے
اس جذبے کو پھر اولاد کے دل میں رچانا ہے

بھرے، گونگے اور اندھے

وہ آنکھوں کے ہوتے نہیں دیکھتے
ہیں کان ان کے لیکن وہ سنتے نہیں
جہنم کے ہو جاتے ہیں مستحق
کہ وہ راستہ حق کا چنتے نہیں

ایلی ایلی لما سبقتانی

کب شبِ درد کی سحر ہو گی، کب دعا حرفِ معتبر ہو گی
کب وہ چشمِ کرم ادھر ہو گی، میری فریاد با ثمر ہو گی
کب مرا دل سکون پائے گا، سر پہ کب ہو گا دستِ یزدانی
ایلی ایلی لما سبقتانی
ایلی ایلی لما سبقتانی

ریت بن کر پھسل گئیں خوشیاں، میرے ہاتھوں میں رہ گئے کنکر
سب رتوں پر جمود طاری ہے، دل بھی سینے میں ہو گیا پتھر
آنسوؤں کی نمی ہے مصروں میں، غم کی نظموں میں ہے فراوانی
ایلی ایلی لما سبقتانی
ایلی ایلی لما سبقتانی

ناؤ ساحل پہ آ کے ڈوبی ہے دل میں بہتے ہیں درد کے دھارے
ایک اک کر کے بجھتے جاتے ، ہیں میری امید کے سبھی تارے
رونقیں ہر گلی میں رقصاں ہیں، میرے اندر اجاڑ ویرانی
ایلی ایلی لما سبقتانی

ایلی ایلی لما سبقتانی

ارغوانی ہے درد کا چولا، سر پہ کانٹوں کا تاج رکھا ہے

درد کا بے کسی کا ذلت کا، ذائقہ بار بار چکھا ہے

سیم جذبوں میں تھور سوچوں میں دل میں اگتی ہے صرف ویرانی

ایلی ایلی لما سبقتانی

ایلی ایلی لما سبقتانی

میرے بحرِ سکوت کے نیچے، پکتا رہتا ہے کھولتا لاوا

شاعری بن کے پھوٹ بہتا ہے میری نظموں میں بولتا لاوا

میری پوریں سلگ سلگ اٹھیں، آتشِ غم ہے گرچہ پنہانی

ایلی ایلی لما سبقتانی

ایلی ایلی لما سبقتانی

دن ہیں بے رنگ رات بے رونق، جم گئی ہے رگوں میں تنہائی

نہ کوئی تازگی ہے سوچوں میں، نہ خیالوں میں کوئی رعنائی

کچھ بھی کہنے کو اب نہیں باقی، گفتگو اس لئے ہے طولانی

ایلی ایلی لما سبقتانی

ایلی ایلی لما سبقتانی

بُلبلے بن کے اُڑ گئیں خوشیاں، ہاتھ میں جھاگ رہ گئی باقی
گرم جوشی محبتوں کی گئی ، مجھ میں اب آگ رہ گئی باقی
اشک وافر ہیں گرچہ آنکھوں میں، آگ بجھتی نہیں بہ آسانی

ایلی ایلی لما سبقتانی

ایلی ایلی لما سبقتانی

میلا گلدان، پھول باسی ہے، سوچ تشنہ ہے روح پیاسی ہے
پھانس دل سے نکل نہیں پاتی، بات کہنے کو گو ذرا سی ہے
لاکھ خود کو سنبھالتی ہوں میں، دل سے جاتی نہیں پریشانی

ایلی ایلی لما سبقتانی

ایلی ایلی لما سبقتانی

وسعتِ حوصلہ ہی کر لیتے، مسئلہ گرچہ اختلافی تھا
پر یہ نفرت بھرا رویہ تو حُسنِ اخلاق کے منافی تھا
دل دکھاتی ہے ایسی ہٹ دھرمی، جاں جلاتی ہے ایسی من مانی

ایلی ایلی لما سبقتانی

ایلی ایلی لما سبقتانی

عہدِ الست

اس عہد کا ذکر سورت الاعراف کی آیت نمبر ۱۷۳ میں یوں کیا گیا ہے۔

'' اور جب تیرے رب نے بنی آدم سے یعنی اُن کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو نکالا، اوران کو ان کی جانوں پر گواہ ٹھہرایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو انہوں نے کہا بلیٰ [ہاں کیوں نہیں] ہم گواہ ہیں۔ایسا نہ ہو کہ تم قیامت کے دن کہو کہ ہم تو اس سے بے خبر تھے ۔'' اسی مضمون کو عاجزہ نے اشعار میں یوں ڈھالا ہے

عہدِ الست کی مجھے ہر بات یاد ہے
روحوں کی اپنے رب سے ملاقات یاد ہے
اُس شاہِ ذوالجلال کا دربار جب سجا
نوعِ بشر سے عہد وفا کا لیا گیا
روزِ ازل کیا مرے خالق نے اک سوال
جس کا جواب دینا تھا ہر اک کو لا محال
کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں بلا شُبہ ؟
سر کو جھکا کے سب نے کہا تھا بلیٰ بلیٰ
اس دن جو عہد بندہ و معبود میں بندھا
اس کا ہی امتحان ہے دنیا کا سلسلہ
سو اس نگار خانے میں لائے گئے ہیں ہم
سب نیک و بد کا حال بتائے گئے ہیں ہم
وہ قول کی گواہی تھی روزِ ازل جو دی
تصدیق اس کی فعل سے کرنا تھی لازمی
آئے ہیں ہم شہادت و اقرار کے لئے
اور بندگی کے عجز کے اظہار کے لئے
دارالعمل ہے یہ سو شہادت عمل کی ہو

نیت بھی پُر خلوص ہو عادت عمل کی ہو
ایفا کرو وہ عہد گواہی دو برملا
اعمال کی زبان سے کہہ دو بلیٰ بلیٰ

بُراق آئے گا

حرص و ہوس کے کھول دے دل پر لگے قُفل
صدق و صفا کی راہ میں پہلو نہ تو بدل
دل خون کر ،پھر اشک بہا ،رو تڑپ ،مچل
سعی و طلب میں پاؤں شکستہ بھی ہوں تو چل

ہم روئے

چھوڑ کر ہر حجاب ہم روئے
آج شب بے حساب ہم روئے

اس کو رو رو کے خط لکھا ہم نے
اس کا پڑھ کر جواب ہم روئے

وار تیکھے تھے اس کے لفظوں کے
ہو گئے لا جواب ہم روئے

اس کو مر مر کے کامیاب کیا
ہو کے نا کامیاب ہم روئے

ہر سطر پر چھلک پڑیں آنکھیں
بند کر کے کتاب ہم روئے

☆☆☆☆☆

پا آبلہ تو ہو گا تو بُراّق آئے گا
چشمِ زدن میں تجھ کو خدا سے ملائے گا

السلام علیکم کا تحفہ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے ۲۴ مارچ ۱۹۸۹ء کو جماعت کی دوسری صدی کے پہلے خطبے میں فرمایا

''وہ خدا جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اس کو گواہ ٹھہرا کر کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے بڑے پیار اور محبت کے ساتھ واضح اور کھلی کھلی آواز میں اس صدی کا پہلا الہام مجھ پر یہ نازل کیا ہے کہ ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' تا کہ میں اسے تمام دنیا کی جماعتوں کے سامنے پیش کر سکوں۔ دنیا چاہے ہزار لعنتیں آپ پر ڈالتی پھرے، کروڑ کوشش کرے آپ کو مٹانے کی، مگر اس صدی کے سر پر نازل ہونے والا سلام ہمیشہ آپ کے سروں پر رحمت کا سایہ کئے رکھے گا۔

پس وہ مخلصین جو اس آواز کو سن رہے ہیں اور وہ سب احمدی جو اس آواز کو نہیں سن رہے، سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کا تحفہ پہنچے۔ مجھے یقینِ کامل ہے کہ یہ سلام ان احمدیوں کو بھی پہنچے گا، جو ابھی پیدا نہیں ہوئے، ان احمدیوں کو بھی پہنچے گا جو ابھی احمدی نہیں ہوئے۔ ان قوموں کو بھی پہنچے گا جن تک ابھی احمدیت کا پیغام نہیں پہنچا۔ آئندہ سو سال میں احمدیت نے جو ترقی کرنی ہے، ہم ابھی اس کا تصور بھی نہیں باندھ سکتے۔ لیکن یہ میں جانتا ہوں کہ دنیا میں جہاں بھی احمدیت پھیلے گی، ان سب کو اس سلام کا تحفہ ہمیشہ ہمیش پہنچتا رہے گا۔ مجھے یقینِ کامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو خدا تعالیٰ تقویٰ کی نئی لہر اس صدی کے لئے بھی جاری کرے گا اور رحمتوں کے نئے پیغام آئندہ صدی کے لئے خود پیش فرمائے گا''

(روزنامہ الفضل ۴ اپریل ۱۹۸۹ء)

فصلِ بہار تھی وہ مہینہ تھا مارچ کا
انیسویں صدی تھی وہ سن تھا انانوے
چوبیسویں کی شب تھی وہ روزِ سعید تھا
وہ پل نئے صدی کے طلوع کی نوید تھا
ہر احمدی کے حال پہ فضلِ مزید تھا

سو سال قبل بیج جو بویا گیا بڑھا
شاخیں گھنی ہوئیں وہ تناور شجر بنا

ہر سر زمیں پہ پھیل گیا اس کا سلسلہ
پھولوں سے اور میووں سے جب پیڑ لد گیا

تحفہ ملا خدا کی طرف سے سلام کا
یہ گھونٹ سرمدی تھا محبت کے جام کا
ہم سے امامِ وقت نے خطبے میں یہ کہا
الہام اس صدی کا ہے پہلا خدا گواہ
قبضے میں جس کے جاں ہے مری اس کا ہے پیام
اس نے بڑی ہی چاہ سے بھیجا تمہیں سلام

ہر چند لعن طعن کرے تم پہ یہ جہاں
دل کو دکھائے تم سے کرے بد زبانیاں
کیا خوف دشمنوں کا خدا جب ہے مہرباں
اس کا سلام اپنے سروں کا ہے سائباں

جو سن رہے ہیں میرا بیاں ان کو ہے سلام
حاضر نہیں جو آج یہاں ان کو ہے سلام

اس کا سلام ان پہ جو تقویٰ شعار ہیں
تن من سے اس کی راہ میں ہر پل نثار ہیں
دنیا سے جا چکے ہیں جو ان کو سلام ہے
پیدا نہیں ہوئے ہیں جو ان کو سلام ہے
پہنچا نہیں جنہیں ابھی اسلام کا پیام
لیکن تلاشِ حق میں ہی رہتے ہیں جو مدام

قومیں جو تم سے آکے ملیں گی انہیں سلام
تم سے قدم ملا کے چلیں گی انہیں سلام
تم سب کو ہے خدا نے کہا السلام علیکم
ہے اس کے منہ کی تم کو دعا السلام علیکم
تم نے نبھائی رسمِ وفا السلام علیکم
ہر دکھ کو مسکرا کے سہا السلام علیکم
بھائی اسے یہ طرزِ ادا السلام علیکم
تا حشر تم سنو گے ندا السلام علیکم
خوش ہو کہ تم سے خوش ہے خدا السلام علیکم

....

پانی پر تحریر

پریشاں خواب ہے دنیا کروں کیا اس کی تعبیریں
ہیں گویا پردۂِ سیمیں پہ رقصاں چند تصویریں
فنا کی لہر پل بھر میں مٹا دے گی یہ سب عرشی
ہوا کے ہاتھ سے لکھی ہوئی پانی پہ تحریریں

ہم کو بولنا آیا۔۔۔

حالِ دل مرے لب پر آج برملا آیا
چوٹ جب لگی گہری ہم کو بولنا آیا

بڑھ گئی حرارت جب بھاپ بن گئے آنسو
دل تڑپ اٹھا لب پہ یا خدا آیا

ہم جو کھل کے رو لیتے کچھ سکون مل جاتا
اتنے ضبطِ غم سے بھی اپنے ہاتھ کیا آیا

گنگ تھی زباں میری اشک بس رہے بہتے
دل میں تھے گلے بیشک لب پہ کب گلا آیا

باندھتا رہا میرا دل ہزار منصوبے
پر نہ میرے ہونٹوں پر حرفِ مدعا آیا

عقل جس جگہ ٹھٹکی دو قدم نہ چل پائی
عشق ایسی راہوں میں سر کے بل چلا آیا

ما سوا خدا کے اب کچھ نہیں رہا باقی
گر گئے ہیں بت سارے ایسا زلزلہ آیا

سارے بے وفاؤں سے جان چھٹ گئی عرشی
خود میری طرف چل کر جب وہ با وفا آیا

ہم اک ٹوٹا کھلونا

بیچنے بے کار میں آئے

ہتھیلی پر لیے دل ہر گلی بازار میں آئے
ہم اک ٹوٹا کھلونا بیچنے بے کار میں آئے

بہت انمول تھے جذبے دلوں میں قید تھے جب تک
بہت ہلکے ہوئے جب پیکرِ اظہار میں آئے

سبھی نے ہم کو سمجھایا قدم مت عشق میں رکھنا
مگر ہم بے دھڑک اس وادیِ پر خار میں آئے

ہوا جب سامنا تیرا تو سب سدھ بدھ گئی اپنی
بہت پندار میں تھے جب تری سرکار میں آئے

بہت محدود ہیں سوچیں سو تُجھ کو پا نہیں سکتیں
تو لا محدود ہے کیسے مرے افکار میں آئے

میں پابندِ سلاسل ہوں ، مری روح رقصِ پیہم میں
اناالحق کی صدا اس رقص کی جھنکار میں آئے

محبت مُشک کی صورت چھپائے سے نہیں چھپتی
عمل بن کر کبھی مہکے کبھی گفتار میں آئے

انا کی آہنی بیڑی کو توڑا ایک جھٹکے سے
دھمالیں ڈالتے پھر ہم ترے دربار میں آئے

تری خواہش نے میری روح میں ہلچل مچا دی ہے

کہ پیہم زلزلہ سا اک در و دیوار میں آئے

بہت سے ذائقے کڑوے کسیلے مجھکو چکھنے ہیں
عجب کیا چاشنی آخر مرے اشعار میں آئے

یہ ہر آئے گئے سے تیرے قصے چھیڑ دیتا ہے
دلِ ناداں کو کتنا لطف ذکرِ یار میں آئے

خوشی کے دن بھی اپنے دل کی ویرانی کچھ ایسی ہے
ہوں جیسے ہم غریبوں کے کسی تہوار میں آئے

اگر میں کھل کے رو پاؤں تو شائد وحشتیں کم ہوں
دُھلیں یہ تلخیاں ، نرمی مری گفتار میں آئے

امنگوں کی جگہ اب حسرتوں کی دھول اڑتی ہے
میں اک خواہش ہوں ایسی جو دلِ نادار میں آئے

یہاں سے کوئی کوئی جاں سلامت لے کے جاتا ہے
ہمیں تھے سر پھرے، اس وادیِ دشوار میں آئے

جنونِ عشق ہے یہ یا کہ ہے سودائی پن اپنا
مزہ اس دل کو اس کی جیت اپنی ہار میں آئے

جسے اُجڑے مکاں ویراں کھنڈر عرشیؔ لبھاتے ہوں
وہ آئے شوق سے میرے دلِ مسمار میں آئے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پیغام حضورِ انور

وَاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا
اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا
وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ
خلیفۃ المسیح
امام جماعت احمدیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
وعلیٰ عبدہِ المسیح الموعود
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھو النّاصر

لندن
16.X.04

مکرمہ عرشی ملک صاحبہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے نیک جذبات پر مشتمل خط اور "لوری" والی نظم موصول ہوئی۔ جزاک اللہ۔ بچوں کے لیے جو لوری آپ نے لکھی ہے وہ نیک جذبہ کے تحت کی گئی ایک اچھی کوشش ہے لیکن لمبی بحر میں ہونے کی وجہ سے لوگوں کے لیے اس کے شعر یاد رکھنے شاید آسان نہ ہوں۔ باقی جذبہ اور اخلاص ماشاء اللہ آپ کا پیارا ہے۔ اللہ صحت سے رکھے اور غم سے بچائے۔ آمین

واللہ
فی امان اللہ

والسلام
خاکسار
مرزا مسرور

خلیفۃ المسیح الخامس

169 ← گلی 18
F-10/2
اسلام آباد
پاکستان

ایک احمدی ماں

کی لوری

ہر اِک لذت کا منبع ہے خدا کی ذات اللہ ھُو
کسی خوش بخت کو ملتی ہے یہ سوغات اللہ ھُو
ملیں نامِ محمدﷺ سے یہ سب برکات اللہ ھُو
وگرنہ میں ہوں کیا اور کیا مری اوقات اللہ ھُو

مرے بچے مرے نُورِ نظر تُو مجھ کو پیارا ہے
مرے دن کا تُو سورج ہے تُو راتوں کا ستارا ہے
ترے دم سے ہی میں ماں ہوں رواں ممتا کا دھارا ہے
تری کلکاریوں سے گونجتا آنگن ہمارا ہے

خدا کی رحمتوں کی تجھ پہ ہو برسات اللہ ھُو
مسیحِ وقت سے تجھ کو ملیں برکات اللہ ھُو

ذرا تُو سُست پڑ جائے تو ڈر جاتا ہے دِل میرا
سہم جاتا ہے اندیشوں سے بھر جاتا ہے دل میرا
جو تُو چُپ چُپ سا لگتا ہے تو مر جاتا ہے دل میرا

تُو ماں کہہ کر جو ہنستا ہےنکھر جاتا ہے دل میرا
نہ پھٹکے پاس تیرے سایۂ آفات اللہ ھُو
خلافت سے محبت دے خدا کی ذات اللہ ھُو

مگر تجھ سے بھی بڑھ چڑھ کر خدا سے پیار ہے مجھ کو
اسی کے سامنے ہر عجز کا اقرار ہے مجھ کو
بِنا اس کے مرا اک سانس بھی دشوار ہے مجھ کو
اور اسکے واسطے بھی وقت کچھ درکار ہے مجھ کو

اسی کے شوق سے پُر ہیں مرے نغمات اللہ ھُو
اسی کے ذکر میں ہیں ان گنت لذات اللہ ھُو

عبادت اس کی میں کر لوں جو تُو کچھ دیر سو جائے
جو مجھ پر فرض لازم ہے قضا مجھ سے نہ ہو جائے
تری چاہت نہ پیارے اس قدر مجھ کو بھگو جائے
کہ تیرے لاڈ اٹھانے میں مرا اللہ نہ کھو جائے

مری جاں کاش تُو سمجھے مرے جذبات اللہ ھُو
تُجھے میری دعاؤں کے ملیں ثمرات اللہ ھُو

عداوت کی کڑی دھوپوں میں اپنا سائباں اللہ
ہر اک سیلِ بلا کے بیچ اپنا بادباں اللہ
ہمارے دردِ تنہائی کا واحد رازداں اللہ
مصیبت میں اذیت میں ہمارا پاسباں اللہ

بہت برکات لاتے ہیں کڑے حالات اللہ ھُو
وہ ہر مشکل میں رکھ دیتا ہے سر پر ہاتھ اللہ ھُو

خدا کو تُو ابھی سے جان لے پہچان لے پیارے
دلیلوں کے بنا تُو اپنے رب کو مان لے پیارے
تو سچا عبد بن جانے کی دل میں ٹھان لے پیارے
اور اس کے پیار کی چادر کو سر پہ تان لے پیارے

تجھے جُھولا جُھلاتے میں نے کاٹی رات اللہ ھُو
جو تُو سوئے تو میں کر لوں خدا سے بات اللہ ھُو

فجر پڑھ لوں پڑھوں قرآن کی آیات اللہ ھُو
ہر اِک لذت کا منبع ہے خدا کی ذات اللہ ھُو

خدا عمرِ خضر دے تُجھ کو نیک عادات اللہ ھُو
میں جی پائی تو دیکھوں گی تری بارات اللہ ھُو
ترے بچے کھِلاؤں گی میں پورے سات اللہ ھُو
اُنہیں لوری سناؤں گی یہی دن رات اللہ ھُو

ہر اِک لذت کا منبع ہے خدا کی ذات اللہ ھُو
کسی خوش بخت کو ملتی ہے یہ سوغات اللہ ھُو

☆☆☆☆☆

خاتم المرسلیں خاتم الانبیاء

میرے پیارے محمد ﷺ ، میرے مصطفے ﷺ
خاتم المرسلیں ﷺ خاتم الانبیا ﷺ

آپ کا زکر ہے میرے دل کی غذا آپ کی یاد ہے ہر مرض میں شفا
کیا کہوں آپ کے در سے کیا کیا ملا آپ کو چھو کے کنکر بھی ہیرا بنا
مجھ کو اقرارِ احسان ہے برملا
خاتم المرسلیں ﷺ خاتم الانبیا ﷺ

آپ کی نعت لکھنا بھی اعزاز ہے آپ کی چاکری پر مجھے ناز ہے
آپ کی پیروی میں یہ اعجاز ہے قربتِ رب کو پانے کا در باز ہے
آپ دیتے ہیں بندے کو رب سے ملا
خاتم المرسلیں ﷺ خاتم الانبیا ﷺ

فیض کا ایک چشمہ رواں آپ ہیں اہلِ حق کے لئے سائباں آپ ہیں
مرہمِ قالبِ عاشقاں آپ ہیں عبد و معبود کے درمیاں آپ ہیں
آپ کا مدح خواں ہو گیا خود خدا
خاتم المرسلیں ﷺ خاتم الانبیا ﷺ

روپ ایسا جو رنگِ سحر میں نہ تھا آپ سے قبل نوعِ بشر میں نہ تھا
جو فضاؤں میں اور بحرو بر میں نہ تھا جو زمرد میں لعل و گہر میں نہ تھا
آپ کو نُورِ کامل خدا نے دیا
خاتم المرسلیں ﷺ خاتم الانبیا ﷺ

رفعت و شان میں حرفِ آخر ہیں آپ عِلم و عرفان میں حرفِ آخر ہیں آپ

عشق و وجدان میں حرفِ آخر ہیں آپ اور قُرآن میں حرفِ آخر ہیں آپ

سب کمالات کی آپ پر اِنتہا

خاتم المرسلین ﷺ خاتم الانبیاء ﷺ

اولیں آخریں پر فضیلت ملی آپ کو اِک مکمل شریعت ملی

آپ کو عزتِ خاتمیت ملی یومِ محشر کو شانِ شفاعت ملی

آپ مخلوق و خالق میں ہیں واسطہ

خاتم المرسلین ﷺ خاتم الانبیاء ﷺ

فیض نبیوں کا بھی ایک حد تک گیا بعد اسکے نصاب آ گیا دوسرا

یونہی صدیوں پہ پھیلا ہے یہ سلسلہ آخرش دینِ کامل بشر کو ملا

آپ ہی پر شریعت کی ہے انتہا

خاتم المرسلین ﷺ خاتم الانبیاء ﷺ

رونقِ محفلِ انبیاء آپ ہیں سب میں ہو کر بھی سب سے جدا آپ ہیں

حق میں دنیا کے فضلِ خدا آپ ہیں روزِ محشر کرم کی گھٹا آپ ہیں

اولیا انبیاء اس گلی کے گدا

خاتم المرسلین ﷺ خاتم الانبیاء ﷺ

☆☆☆☆☆

سمعنا اور اطعنا

سمعنا اور اطعنا سے یہ دل معمور ہے اپنا
مقدم دین ہو دنیا پہ ، یہ منشور ہے اپنا

ہمیں یہ جان ومال اور وقت سب قربان کرنا ہے
نئی نسلوں کے دل میں بھی یہی ارمان بھرنا ہے
چلن پر عجز و قربانی کے دل مغرور ہے اپنا
مقدم دین ہو دنیا پہ ، یہ منشور ہے اپنا

صنم خانے جو دل میں تھے گرا کر ہم چلے آئے
گھنیرے ہیں مسیحِ وقت کی برکات کے سائے
اسی در کے ہیں ہم چاکر یہی مقدور ہے اپنا
مقدم دین ہو دنیا پہ ، یہ منشور ہے اپنا

رضا اللہ کی پائی ہے ، اس کا قرب پایا ہے
کیا جب نفس کو قربان تو اللہ کمایا ہے
اب اس کے عشق میں بے سدھ دلِ مخمور ہے اپنا
مقدم دین ہو دنیا پہ ، یہ منشور ہے اپنا

چکھایا ذائقہ وحدت کا ہم سب کو خلافت نے

نئے در ہم پہ کھولے ہیں خلیفہ کی اطاعت نے
رضائے حق میں ہم راضی ، دلِ مسرور ہے اپنا
مقدم دین ہو دنیا پہ ، یہ منشور ہے اپنا

خدا کے ہو گئے جب ہم تو پھر یہ مال کیا شئے ہے
یہ دنیا کے جھمیلے نفس کا جنجال کیا شئے ہے
کہ دل توحید کی خاطر بہت غیور ہے اپنا
مقدم دین ہو دنیا پہ ، یہ منشور ہے اپنا

دلائل کی ہمارے ہاتھ میں تلوار ہے لوگو
یہاں ہر ضد تعصب خود سری ، بیکار ہے لوگو
محبت بانٹنا اس دور میں دستور ہے اپنا
مقدم دین ہو دنیا پہ ، یہ منشور ہے اپنا

مسیح کے ساتھ اک ہوگی جماعت دل فگاروں کی
محمد ﷺ مصطفے کے عاشقوں کی جانثاروں کی
صحیفوں میں پرانے حال سب مذکور ہے اپنا
مقدم دین ہو دنیا پہ ، یہ منشور ہے اپنا

دل اپنے آہن و تانبے کی اک دیوار ہیں پیارے
جہاں یا جوج اور ماجوج چڑھ پائے نہ بے چارے

قرآنِ پاک میں قصہ یہی مذکور ہے اپنا
مقدم دین ہو دنیا پہ ، یہ منشور ہے اپنا

نمک کے بھی برابر گو نہیں آٹے میں ہم پیارو
خدا کی شان ہے پھربھی نہیں گھاٹے میں ہم پیارو
اندھیروں سے بھری دنیا میں دل پُر نور ہے اپنا
مقدم دین ہو دنیا پہ ، یہ منشور ہے اپنا

ہم اصحابِ رقیم وکہف ہیں غاروں میں رہتے ہیں
نہ بی بی سی کی رونق ہیں نہ اخباروں میں رہتے ہیں
کچھ عرصہ حال قدرت کو یہی منظور ہے اپنا
مقدم دین ہو دنیا پہ ، یہ منشور ہے اپنا

بنا دی فضلِ رب سے آہنی دیوار مہدی نے
دلائل کی تھما دی ہے ہمیں تلوار مہدی نے
یہ ذوالقرنین دنیا سے ابھی مستور ہے اپنا
مقدم دین ہو دنیا پہ ، یہ منشور ہے اپنا

ہراک چینل کی کل ہم سرخیاں ہوں گے یہ لکھ رکھو
ہمیں شرق و غرب کے حکمراں ہوں گے یہ لکھ رکھو
یقیں عرشیؔ خدا کے فضل پر بھر پور ہے اپنا
مقدم دین ہو دنیا پہ ، یہ منشور ہے اپنا

اے ہمارے رب

ہم نے ایک منادی کرنے والے کو سنا

بہت صدیوں کے بعد آخر وہ تاجر شہر میں آیا
جو ہیرے اور جواہر بیچتا تھا برف کے بدلے
وہ صبح و شام گلیوں میں منادی کرتا رہتا تھا
اور اس کے عوض لوگوں کا تمسخر دل پہ سہتا تھا
وہ کہتا تھا نکمی چیز دے کر قیمتی لے لو
سوا نیزے پہ آنے کو ہے بس سورج کوئی دم میں
کھلونے برف کے اب بیچ ڈالو ان سے مت کھیلو
کہ دنیا کی ہر اک نعمت فنا ہو جائے گی آخر
کسی بھی شئے کو اپنا لو جدا ہو جائے گی آخر
یہ صحت اور دولت شان و شوکت عمر کی مہلت
یہ سب تو برف ہے اور برف کی قسمت پگھلنا ہے
نہ جس کا بِک سکا سودا اسے تو ہاتھ ملنا ہے
یہ جان و مال یہ جاہ و حشم سب برف کے بُت ہیں
پگھلتے جا رہے ہیں رُت کی تیکھی دھوپ میں رکھے
خسارے سے جو بچنا ہے تو ان کو بیچ دو عرشی
میں ان کے عوض میں ہیرے جواہر تم کو دیتا ہوں
بصد رغبت کھلونے برف کے میں تم سے لیتا ہوں
بہت صدیوں کے بعد آخر وہ تاجر شہر میں آیا
جو ہیرے اور جواہر بیچتا تھا برف کے بدلے

☆☆☆☆☆☆

آخری خط ہے خدائے پاک کا
بندوں کے نام

سوچتے اے کاش ہم قرآن کا کیا ہے مقام
آخری خط ہے خدائے پاک کا بندوں کے نام

اس میں اک زورِ بیاں،اک رعب ،اک تابندگی
پڑھنے والے کی بدل دیتا ہے ساری زندگی

نفس کے سارے اندھیروں کے لیے ماہِ تمام
آخری خط ہے خدائے پاک کا بندوں کے نام

چھو نہیں پاتا ہے اس کو کوئی پاکوں کے سوا
اس کی رکھوالی کا زمہ آپ اللہ نے لیا

اس کو پڑھنا ہے سعادت اور پڑھانا انعام
آخری خط ہے خدائے پاک کا بندوں کے نام

روزِ محشر یہ بہت جھگڑے گا یاروں کے لیے
ہے دوا اس جگ میں بھی یہ غم کے ماروں کے لیے

اپنے عاشق پر یہ کر دیتا ہے دوزخ کو حرام
آخری خط ہے خدائے پاک کا بندوں کے نام

مالکِ ازلی نے دی اس کو بہارِ جاوداں

چُھو نہیں سکتی کبھی اس پھول کو فصلِ خزاں

میں کروں توصیف اس کی کب ہے یہ میرا مقام
آخری خط ہے خدائے پاک کا بندوں کے نام

یہ بتاتا ہے ہمیں دنیا میں رہنا اس طرح
سائے میں اک پیڑ کے دم لے مسافر جس طرح

عارضی ہے یہ جہاں اور عارضی اس کا قیام
آخری خط ہے خدائے پاک کا بندوں کے نام

ہم کو ملواتا ہے یہ لے جا کے ان اقوام سے
جو رہیں باغی خدائے پاک کے پیغام سے

مٹ گیا آخر کو ایسی کم فہم قوموں کا نام
آخری خط ہے خدائے پاک کا بندوں نام

جن گھروں کے باسیوں نے اس کو چاہت سے پڑھا
ان گھروں کا نام دنیا میں سدا اونچا ہوا

مستقل نشّے میں ہیں ،منہ سے لگا جن کے یہ جام
آخری خط ہے خدائے پاک کا بندوں نام

اس کو چُھونا ، جاننا ، پڑھنا سبھی کارِ ثواب
پھر سمجھنا اور عمل کرنا ہے عرشؔی لا جواب

ہر ورق پر مومنوں کے واسطے حرفِ سلام
آخری خط ہے خدائے پاک کا بندوں نام

آنکھ کی پتلی میں جہاں

عرشی میں کیا بتاؤں کہ رہتا ہے وہ کہاں
خلوت میں میرے دل کی مرا یار ہے نہاں
حیرت زدہ کے واسطے کافی ہے یہ مثال
پتلی میں آنکھ کی ہے سمایا ہوا جہاں

....

سورت ھود

بال سے باریک ہے اور تیز ہے تلوار سے
نام جس شے کا ہے قرآں میں صراطِ مستقیم
مجھ کو بوڑھا کر دیا ہے آہ سورت ہُود نے
دردِ دل سے کہہ گئے عرشی مرے ربِ کریم

....

سر کو سفید کر دیا چہرہ سوال کر دیا
عرشی مری تلاش نے مجھ کو نڈھال کر دیا

☆☆☆

میں رھتے ھیں

سب ارمان دعائیں بن کر چشمِ تر میں رہتے ہیں
میرے سارے خواب اسی پانی کے گھر میں رہتے ہیں

حرفِ دعا کی طاقت عرشیؔ ناداں جگ نہ جان سکا
کیسے کیسے شعلے مُشتِ خاکستر میں رہتے ہیں

اک سو سال کی چُپ سے آخر ارض و سما تک بول اٹھے
ایم ٹی اے کی گونج سنو ہم عرضِ ہنر میں رہتے ہیں

دن کو تو ہم شیر ببر ہیں ،راتوں کو ہم راہب ہیں
قربِ خدا پانے کے سودے سب کے سر میں رہتے ہیں

ہم طیورِ ابراہیمی اڑ آئے ہر جانب سے
پروازوں کے شوق ہمارے بال و پر میں رہتے ہیں

ایک ہی چشمے ایک ہی گھاٹ سے ہم نے پیاس بجھائی ہے

جان و دل سیراب ہوئے قربِ کوثر میں رہتے ہیں

ہر برِ اعظم میں گونجی چاپ ہمارے قدموں کی
صحرا جنگل چھانے ہم نے بحر و بر میں رہتے ہیں

مغرب کی جانب سے چڑھتا سورج ہم نے دیکھ لیا
صمم،بکُمن،عمین اب بھی اگر مگر میں رہتے ہیں

ایک طلسمی کھڑکی ہے جو ہر اک گھر میں کھلتی ہے
مہدّی کے متوالے گویا ایک ہی گھر میں رہتے ہیں

دوشِ ہوا پر بیٹھ کے وہ ہر ہر گھر میں در آتا ہے
مشرق مغرب سارے اس کی حدِّ اثر میں رہتے ہیں

تاریکی کی کوکھ سے عرشی نور کا سوتا پھوٹا ہے
ہم مہدّی کے پروانے پُر نور سحر میں رہتے ہیں

☆☆☆☆☆☆☆

ایک شعر

اپنی دانست میں مرہم ہی لگایا اس نے
وائے نادانی کہ دل اور دکھایا اس نے

....

اُڑا کر لے گئیں

روح کی ویرانیوں کا تذکرہ باقی ہے اب
آندھیاں سوکھے ہوئے پتے اڑا کر لے گئیں
کتنے پیارے نقش عرشی پل میں گڈ مڈ ہو گئے
بارشیں لمحوں کی کیا کیا کچھ بہا کر لے گئی

چراغ

نور بن جائیں گے شب کو التجاؤں کے چراغ
گھپ اندھیرے میں کرو روشن دعاؤں کے چراغ

اپنے جذب دل پہ ہم سے سر پھروں کو ناز ہے
بھیج دینا تم ہمیں ہاتھوں ہواؤں کے چراغ

ہم مزہ لیتے ہیں عرضِ غم کا چوکھٹ پر تری
ہم گدا گر ہیں جلاتے ہیں صداؤں کے چراغ

جب بہے اشکِ ندامت دھل گئے سب دل کے داغ
راس ہم کو آگئے اپنی خطاؤں کے چراغ

انکساری نے کئے روشن ہمارے روز و شب
ہم نے عرشی جب بجھا ڈالے اناؤں کے چراغ

☆☆☆☆☆

دعا

مرے اللہ تو رب ہے مرا معبود ہے میرا
مجھے پیدا کیا تو نے سو میں بندہ ہوں اک تیرا

جہاں تک ہے مری توفیق میں ہوں عہد پر قائم
تری درگاہ میں پیارے جھکی رہتی ہوں میں دائم

پنہ میں تو مجھے لے لے مرے اعمال کے شر سے
مرے اقوال کے شر سے مرے افعال کے شر سے

ترے احسان تیری نعمتوں کی معترف ہوں میں
اور اپنی سب خطاؤں غفلتوں کی معترف ہوں میں

سو مجھ پر رحم کر ہر اک خطا کو بخش دے پیارے
مری ہر ایک لغزش کو گنہ کو بخش دے پیارے

☆☆☆☆☆☆☆

عجب ہم لوگ ہیں جانے کدھر کو بڑھتے جاتے ہیں
نہ رستے کو نہ اپنے رہنما کو دیکھتے ہیں ہم
یہاں ہر شخص عرشی مطمئن خوشحال بیٹھا ہے
مگر چاروں طرف موجِ بلا کو دیکھتے ہیں ہم

انسان کا خدا کی جانب سفر۔۔۔

جس مٹکے نے اپنا پینڈا چھوڑ لیا
اپنی تلچھٹ سے خود ناطہ توڑ لیا
اپنا رشتہ دریا کے سنگ جوڑ لیا

اس کو راوی اور چناب سلام کریں
اس کو گنگا جمنا بھی پرنام کریں
آقا سات سمندر اس کے نام کریں

....

خبردار

دنیا کے تعلق مال و متاع ، سب چھوڑ یہ کھوٹا سونا ہے
کل کھوٹ کھلے گا جب اس کا ، بیکار ترا پھر رونا ہے

سب جھوٹے رشتے توڑ یہاں ، کل بھی تو یہی کچھ ہونا ہے
یہ لذت دنیا داری کی ، بچوں کا کھیل کھلونا ہے

مت عمر کی نقدی مفت لُٹا ، کاٹے گا وہی جو بوے گا
اس میلے میں مت دل اٹکا ، کل تنہا بیٹھ کے روئے گا

قطعات

سہیلی

رُوح تنہا اداس اکیلی ہے
زندگی ان کہی پہیلی ہے
اجنبی ہوں میں اس جگہ عرشی
اک اداسی مری سہیلی ہے

....

الف

ترے ہی در پہ بے کس دل مرا رہ رہ کے جھکتا ہے
تُو سر پر ہاتھ جب رکھ دے تو سیلِ اشک رکتا ہے
تہی دامن ہوں میں عرشؔی الف کی طرح خالی ہوں
کہ جس پر جزم نہ تشدید نہ حرکت نہ نُقطہ ہے

....

اُداسی

اتنے اُداس نہ سہی تاہم اداس تھے
خوشیاں تھیں آس پاس مگر ہم اداس تھے
تم سے ملے تو اور غمِ دل سوا ہوا
پہلے بھی تھے اداس مگر کم اداس تھے

....

چاک پر

بیٹھنا ہے تجھ کو فرشِ خاک پر
پر نظر رکھنی ہے ہفت افلاک پر
تیری مٹی خام ہے جلدی نہ کر
گھوم تھوڑی دیر عرشی چاک پر

....

رسولِ پاک ﷺ کی نصیحت

رسولِ پاک کی یہ بھی نصیحت
بھلا بیٹھی ہے دل سے آج امت
رہو گے تم یونہی حیراں پریشاں
نہ جب تک تم میں قائم ہو خلافت
بکھر جاؤ جو تم فرقوں میں بٹ کر
چلے جانا کسی کھوہ میں سمٹ کر
خدا کا گر خلیفہ کوئی پاؤ
تو اس کے ساتھ تم رہنا چمٹ کر

....

ٹوٹا ہوا مضراب

وضع داری کی کہاں عاشق کے دل کو تاب ہے
چاک کر دینا گریباں عشق کا آداب ہے

کثرتِ سجدہ ہی بن جائے گی قربت کا سبب
سست نہ ہونا یہ دنیا عالمِ اسباب ہے

شاہ کا انصاف ہی اس کا محافظ بن گیا
عدل ہے بیدار گرچہ شاہ محوِ خواب ہے

منفعل بلقیس بن آجا سلیماں کی طرف
گرچہ تیرا تختِ زریں ، گوہرِ نایاب ہے

ایک دن صبحِ ازل بیدار کر دے گی ہمیں
یہ حیاتِ دنیوں اک نیند ہے اک خواب ہے

دھن کوئی سُر میں نہیں نغمہ کسی لَے میں نہیں
یہ ہمارا دل ہے یا ٹوٹا ہوا مضراب ہے

کوڑا کرکٹ تیرتا رہتا ہے سطحِ آب پر
جو گہر انمول ہے عرشی وہ زیرِ آب ہے

یاد ہے

تیرے در پہ آ کے میں تھی بے بسی سے چُپ کھڑی
آنکھ سے آنسو رواں تھے گویا ساون کی جھڑی
پھر تری نظرِ عنایت میری حالت پر پڑی
اینٹ تھی موری کی میں، تو نے چوبارے پر جڑی

تیرا مجھ سے بے کسوں کے ناز اٹھانا یاد ہے
اپنا رونا یاد ہے تیرا ہنسانا یاد ہے

اور کوئی گیت میرے ساز پر بجتا نہیں
ذکر سے تیرے یہ پیاسا دل مرا رجتا نہیں
میری نظروں میں کوئی تیرے سوا جچتا نہیں
اور کوئی نام ہونٹوں پر مرے سجتا نہیں

دل میں تیری یاد کا آ کر نہ جانا یاد ہے
اپنا رونا یاد ہے تیرا ہنسانا یاد ہے

دھوم مت اتنی مچاؤ چُپ رہو
اس گلی میں آؤ جاؤ چُپ رہو

رونے والی آنکھ پیاری ہے اسے
اشک اس در پر بہاؤ چُپ رہو

اس کو لفاظی سے مت قائل کرو
اس کو عملوں سے مناؤ چُپ رہو

دل کی ویرانی کا شکوہ ہے عبث
حمد سے اس کو سجاؤ چُپ رہو

دستِ شیطاں میں کھلونا مت بنو
اس کا چل جائے نہ داؤ چُپ رہو

خود ستائی کی تمہاری حد نہیں
دو گھڑی تو ناخداؤ چُپ رہو

مجھ کو طعنوں سے نہ یوں چھلنی کرو
میرے پیارے آشناؤ چُپ رہو

بات کو کہنے سے پہلے تول لو
بے وجہ مت دل دکھاؤ چُپ رہو

آنکھ پہلے ہی چھلک جانے کو ہے
گیت برہا کے نہ گاؤ چُپ رہو

جو رہے خاموش پا جائے نجات
قول یہ سب کو سناؤ چُپ رہو

کچھ نہیں کہنے کو گر تو سن ہی لو
یونہی باتیں مت بناؤ چُپ رہو

رعبِ چُپ کا تم کو اندازہ نہیں
بے وجہ مت لب ہلاؤ چُپ رہو

مت کرو شکوے گلے اغیار سے
درد کو دل میں رچاؤ چُپ رہو

آنسوؤں سے اس کو سینچو ہر گھڑی
پیار کو دل میں اُگاؤ چُپ رہو

وہ سخی ہے اس پہ چھوڑو معاملہ
مت کرو یہ بھاؤ تاؤ چُپ رہو

جس جگہ رونا ہے یہ وہ در نہیں
میری بے کسی التجاؤ چپ رہو

جو سمجھ نہ پائے آنکھوں کی زباں
اس کو مت دکھڑے سناؤ چُپ رہو

یا ہو محبوبِ ازل کا تذکرہ
یا ہمارا سر نہ کھاؤ چُپ رہو

عمر بے کاری میں ساری کاٹ دی
اب رضا اس کی کماؤ چُپ رہو

وقت کی رو میں تمہیں بہنا نہیں
دیکھتے جاؤ بہاؤ چُپ رہو

عرضِ غم سے قبل جب بھر آئے دل
جان لو گہرا ہے گھاؤ چُپ رہو
بات کی ہوتی ہے عرشی آبرو
اس کو کہہ کر مت گنواؤ چُپ رہو

دیوار اور کیل

دیوار میں اور کیل میں پھر آج ٹھنی ہے
دونوں کی جنم رُت سے بنی تھی نہ بنی ہے
دیوار کو ہے کیل سے شکوہ سو بجا ہے
کیوں ظلم سے بے وجہ مجھے پھاڑ رہا ہے
اور کیل یہ کہتا ہے خفا مت ہو بڑی بی
یہ اور کوئی ہے جو مجھے ٹھونک رہا ہے

....

گارے میں لت پت

ہم نے مانا کارِ دنیا سے نہیں ہم کو مفر
ختم ہو پاتا نہیں یہ دائرے کا ہے سفر
سیرِ روحانی کو ہیں پر زہر یہ رنگینیاں
وہ پرندہ کی اڑے گارے میں لت پت جس کے پَر

برف کی سِل

فنا ہو جائے جو دل عشق میں بس دل اسے سمجھو
وگرنہ اینٹ ہے پتھر ہے مُشتِ گِل اسے سمجھو
خدا کا ذکر جس کے دل کی دھڑکن تیز نہ کر دے
اُسے انساں نہ سمجھو برف کی اک سل اسے سمجھو

کاغذ کا پہناوا

یہ دنیا داری کی رونق اک کھیل ہے دل بہلاوا ہے
عاقل کے لئے تو عبرت ہے ناداں کے لئے پچھتاوا ہے
یہ مال و متاع یہ جاہ و حشم،لا ریب لباسِ شوکت ہے
دو چار دنوں میں پھٹ جائے گا کاغذ کا پہناوا ہے

....

روگِ استسقا

جس طرح بھوکے کو روٹی ہی کا ہے ہوکا لگا
سر پٹخنے کا ترے در پر مجھے چسکا لگا
تیرے پانی کی طلب نے مجھ کو دیوانہ کیا
اے مرے پیارے مجھے ہے روگِ استسقا لگا

....

ننگ

عرشی ہمیں نہ آئے عبادت کے ڈھنگ بھی
بے شک خدا کے خوف سے گرتے ہیں سنگ بھی
عاصی ہوں نابکار ہوں اور روسیاہ ہوں
لوئی کرم کی ڈال چھپے میرا ننگ بھی

خاک کے پُتلے میں

اس خاک کے پتلے میں جب پھونک پڑی تیری
تھا حُکم فرشتوں کو سجدے میں نہ ہو دیری

افسوس ہے انساں پر باغی ہوا خالق سے
دنیا کی محبت میں آقا سے نظر پھیری

دنیا کی طلب بے شک پانی ہے سمندر کا
پی پی کے تھکے لیکن دل کو نہ ہوئی سیری

سانسوں کے تسلسل پر کیا ناز کروں عرشیؔ
میں پھونک ترے منہ کی اوقات ہے یہ میری

....

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ہر اک دن میں پانچ دفعہ ترے نام کی نوبت بجتی ہے
جب تک نہ درود و سلام پڑھیں کب اپنی عبادت سجتی ہے

....

بہہ گیا بہت پانی اب پُلوں کے نیچے سے
جھانکتے ہیں پچھتاوئے درد کے دریچے سے

دل کے گوشے میں

محبت تیری رکھ لی ہے چھپا کر دل کے گوشے میں
وگرنہ اس جہاں سے سب نے خالی ہاتھ جانا ہے

بہت تکتی ہے مجھ کو گردشِ حالات ہر لحظہ
مراسم مجھ سے بڑھانے کا گویااک بہانہ ہے

فصیلوں میں قلعوں میں گھر کے بھی ہر پل یہی دھڑکا
جو پتھر میری پیشانی سے ہے منسوب آنا ہے

....

رونے دو

ضبط کی دل کو نہیں تاب مجھے رونے دو
ریزہ ریزہ ہیں مرے خواب مجھے رونے دو
شدتِ درد سے دل آج چیخ اٹھا ہے
بھول جانے دو سب آداب مجھے رونے دو

خاک کی ڈھیری

بِنا تیرے کرم کے کچھ بھی تو قیمت نہیں میری
میں پتھر ہوں نہ کنکر ہوں فقط ہوں خاک کی ڈھیری
پڑا رہنے دے مجھ کو گرد کی صورت کہیں مالک
کہ پھیلی ہے فلک کی وسعتوں تک سلطنت تیری

....

امیری

امیری کو یہ دنیا ڈھونڈتی ہے
سدا سے مال اور دولت کے نیچے
مگر عرشی امیری تو چھپی ہے
قناعت صبر کے پردے کے پیچھے

....

عمر بھر آپ ﷺ کو فکرِ اُمت رہا
روزِ محشر بھی دل پر یہی بوجھ تھا
نفسی نفسی کا تھا شور ہر سُو بپا
آپ ﷺ کے لب پہ تھا اُمتی اُمتی

قطعات اور اشعار

غم بناتی ہوں اپنے غصے کو باگ یوں اس کی موڑ لیتی ہوں
آنسوؤں میں سمیٹ کر خود کو درد دل کا نچوڑ لیتی ہوں
ایک اپنی پناہ گہہ عرشی میں نے برسوں سے ڈھونڈ رکھی ہے
جب زمانہ بہت ستاتا ہے میں تری یاد اوڑھ لیتی ہوں

....

جب ترا اذن ہو مرے مالک خار سے رس نچوڑ سکتی ہوں
تو اگر حکم دے تو اُڑ جاؤں میں ستارے بھی توڑ سکتی ہوں
پا شکستہ ہوں دنیا داری میں دو قدم بھی چلا نہیں جاتا
عالمِ شوق میں مرے پیارے تیری گلیوں میں دوڑ سکتی ہوں

....

کوئی الفت کا پیکر ہے محبت کا سمندر ہے
کسی کی گفتگو دل چیر دیتا ایک نشتر ہے
زباں تو حالِ دل کی ترجماں ہے صرف چاکر ہے
پیالے سے وہی رستا ہے جو پیالے کے اندر ہے

....

ہم اپنے لغزشوں کی ہر کہانی بھول جاتے ہیں
خدا کی چشم پوشی مہربانی بھول جاتے ہیں
پکڑنا چاہتے ہیں ہر خطا ہم اپنے بچوں کی
پر عرشی اپنا عہدِ نوجوانی بھول جاتے ہیں

....

با ادب پر سکوت لازم تھا تیری محفل میں شور کیا کرتے
خود کو ڈھیلا سا چھوڑ کر بیٹھے سامنے تیرے زور کیا کرتے
خاک بن کر بچھے ترے آگے اشک بن کر بہے ترے آگے
سر کو قدموں میں رکھ دیا عرشی اس سے بڑھ کر ہم اور کیا کرتے

....

میں نے بھی اک ہجرت کی ہے چھوڑا اپنا دیس

من ہی من کے اندر بدلا جوگی والا بھیس
زخمی دل کو چلتے چلتے لگ جائے جب ٹھیس
جھٹ پٹ تیری بُکل ماروں تو ہے میرا کھیس

....

جہنم سے بچا لینا خدارا نہیں ہے گر چہ جنت بھی گوارا
ملا نہ گر ترا دیدار ہم کو خسارہ ہے خسارہ ہے خسارہ

ہم جو ہر پل شہر کے شور و شعب میں مست ہیں
ہیں پجاری نفس کے غیض و غضب میں مست ہیں
اس جہاں کی چاہ میں لہو و لعب میں مست ہیں
ہنسنے گانے میں کبھی عیش و طرب میں مست ہیں
کیا خبر ہم کو کہ حرفِ مختصر ہے زندگی
بُلبلہ پانی کا ہے مکڑی کا گھر ہے زندگی

....

بات ہم نے اپنے دل کی آج تک مانی بہت
خاک خوشیوں کے تعاقب میں یونہی چھانی بہت

آج برسوں بعد عرشی راز یہ ہم پر کھلا
ٹوٹ کر رونے میں ہے اِک لطفِ روحانی بہت

....

بے رُخی اک دوسرے کی ہنس کے سہنی چاہیے
وہ جو اک رسمِ مروت تھی وہ رہنی چاہیے
اس قدر بے گانگی بھی جانِ من اچھی نہیں
تم کو سننی چاہیے ہم کو بھی کہنی چاہیے

میرا خدا

چھپی رہتی ہے جوں طاقت غذا میں
شفا جس طرح پوشیدہ دوا میں
رچا ہے دودھ میں جس طور مکھن
نظر بن کر وہ رہتا ہے نگہ میں
وہ پوشیدہ بھی ہے ظاہر بھی عرشی
عجب یہ بات ہے میرے خدا میں

....

سب کے سب غیر ہو گئے رخصت اب یہ دل صرف تیرا کمرہ ہے
سر میں سودا جو ہے محبت کا یہ تری معرفت کا ثمرہ ہے

....

جب بھی کوئی مرتا ہے اس کے اہلِ خانہ کو
کھوج سی یہ ہوتی ہے اس نے پیچھے کیا چھوڑا
کھوج پر فرشتوں کی مختلف ہے کچھ عرشی
ان کو فکر ہوتی ہے اس نے آگے کیا بھیجا

....

سورۃ الزلزال

ہلائی جائے گی جس دن زمیں بھونچال سے اپنے
اُگل ڈالے گی سارے بوجھ تب پاتال سے اپنے
تعجب سے کہے گا آدمی کیا ہو گیا اس کو
زمیں اس روز اپنی سب کی سب باتیں سنائے گی
خدا کا حُکم جب ہو گا تو وہ ساعت بھی آئے گی
پلٹ آئیں گے لوگوں کے گروہ یکدم جدا ہو کر
دکھائے جائیں گے اعمال ان کو بے خطا ہو کر
بھلائی ایک ذرّہ بھر بھی کی ہوگی تو دیکھیں گے
برائی ایک ذرّہ بھر بھی کی ہوگی تو دیکھیں گے

....

ٹوٹ کر پیار کر محمد ﷺ سے رنگ آجائے اک جداگانہ
اس طرح سے نثار ہو ان پر شمعؔ پر جس طرح سے پروانہ

....

اگر تو گدھ ہے لڑ خوب لڑ مُردار دنیا پر
اگر سیمرغ ہے توہوش مندی سے جدا ہو جا

افلاس

افکار کا افلاس ہے کردار کا افلاس
دیکھا نہیں لیکن کبھی گفتار کا افلاس

اب تیر کی تلوار کی صورت ہوئے فقرے
بڑھتا ہی چلا جاتا ہے اِظہار کا افلاس

کرتی ہے جو وعدے تو وفا کر نہیں پاتی
دل اُوبھ گیا دیکھ کے سرکار کا افلاس

ہر شخص کی سوچوں میں تعصب کا تعفّن
ہر شہر میں پھیلا ہوا مہکار کا افلاس

نادار کا افلاس تو ہے ایک حقیقت
افسوس بہت بڑھ گیا زردار کا افلاس

اُکھڑا ہوا روغن ہے ٹپکتی ہوئی چھت ہے
چُھپتا نہیں گھر کے درو دیوار کا افلاس

تپتے ہوئے ماتھے پہ کوئی ہاتھ نہیں ہے
کیا اس کے سوا اور ہو بیمار کا افلاس

توبہ کی نہ توفیق ہو گر اس کو میّسر
بڑھتا چلا جاتا ہے گنہگار کا افلاس

چھٹتی نہیں اس دل سے گناہوں کی سیاہی
جس دل میں ہو ایمان کے انوار کا افلاس

نبیوں کو بھی آنے کی اجازت نہیں اب تو
پھر کیوں نہ بڑھے اُمتِ بیمار کا افلاس

مہنگائی نے اس نہج پہ لوگوں کو دھکیلا

اب چھپ نہیں پاتا ہے وضع دار کا افلاس

نرخ اور گراں ہو گئے رمضان میں عرشؔی
دیکھا نہیں تاجر نے خریدار کا افلاس

....

عرشؔی بیت چکے ہیں برسوں

رُت بدلی نہ پُھولی سرسوں
تیرا کل آیا نہ پرسوں
اس وعدے پر آس لگائے
عرشؔی بیت چکے ہیں برسوں

☆☆☆☆☆☆

پتھر کی ہو جاؤ گی

پچھلی باتیں پچھلے قصے جانے بھی دو چھوڑو بھی
بھول گیا جو تم کو بھی کیا اس کو یاد دلاؤ گی
ذہن میں برسوں گونجیں گی یہ بھولی بسری آوازیں
عرشؔی مڑ کر دیکھ نہ لینا پتھر کی ہو جاؤ گی

فرد کی

عرشی یہ چُپ خوف بھری چُپ

جوں جوں بڑھتی جائے

ساری قوم کو اندھا، بہرا، گونگا کرتی جائے

آنے والی نسلوں تک کو کُبڑا کرتی جائے

فرد کی چُپ اور گونگا پن گو اس کی جان بچائے

لیکن قوم کو قبر سے گہری کھائی میں لے جائے

فرد اگر اس چُپ کو توڑے نعرہ مارے

اپنی جان سے جائے

اس کی مردہ قوم مگر یوں قبر سے باہر آئے

عزت سے جی پائے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

صدقے کا دینے
والے ھاتھ سے خطاب

میں کہ فانی مال تھا پر آج لافانی ہوا
خرچ ہو کر راہ میں اللہ کی پائی بقا

میں بہت چھوٹا تھا لیکن ہو گیا بے حد بڑا
جب ترے ہاتھوں سے جا کر دستِ مولا میں پڑا

میں ترا دشمن تھا لیکن اب ہوا ساتھی ترا
تُو محافظ تھا مرا،اب میں محافظ ہوں ترا

....

جدائیوں کا موسم

بدلتے وقت بدلتی رُتیں بھی دیکھی ہیں
کبھی کے دن تھے کڑے اور کبھی کڑی راتیں
جدائیوں کی یہ موسم مگر عجیب سا ہے
کہ اب کے دن بھی ہیں عرشؔی بڑے بڑی راتیں

تھوڑی دیر میں

ہر اذیّت ہم نے سہہ لی ہے اسی امید پر
ہو نہ ہو اس میں کمی آئے گی تھوڑی دیر میں

اور خوں ہونے دو دل کا اور بہنے دو لہو
اس غزل میں چاشنی آئے گی تھوڑی دیر میں

ہنس رہے ہیں جو ہمارے حال پر سو سال سے
اُن کی آنکھوں میں نمی آئے گی تھوڑی دیر میں

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

صبر بھی آجائے گا

خشک ہو جائیں گی آنکھیں صبر بھی آجائے گا
موسمِ برسات کچھ دن میں گذر ہی جائے گا
خود میں عرشی جی سمٹ جاؤ بڑا طوفان ہے
تم دوپٹے کو بچاؤ گی تو سر بھی جائے گا

اس دور میں پردہ کرامت ہے

(ایک باپردہ نومسلم خاتون کا دنیا کو پیغام)

مجھے کہتی ہے جب دنیا کہ کیا رکھا ہے پردے میں
ہے کیوں اتنا اہم کپڑے کا یہ سادہ سا اِک ٹکڑا
تو میں ان کو بتاتی ہوں بہت خوداعتمادی سے
مری بہنو! نہیں ہے یہ فقط گز بھر کا اِک کپڑا
یہ میرے فخر کی، عزت کی، حُرمت کی علامت ہے
خدا کے حکم پر عرشی اطاعت کی علامت ہے
یہ شرطِ استقامت ہے، قناعت کی علامت ہے

....

مجھے یہ ہر گھڑی چوکنا وہشیار رکھتا ہے
سدا لبیک کہنے کے لئے تیار رکھتا ہے
علامت ہے یہ ایسی زیست کو دھتکار دینے کی
جو ہے، ہم عورتوں کے واسطے تذلیل کا باعث
ہمیں ہر حال میں ماحول کی تطہیر کرنا ہے
وجودِ زن کو ہم نے باعثِ توقیر کرنا ہے
یہ پردہ ہی ہے جو اپنے تحفظ کی ضمانت ہے
قسم اللہ کی اس دور میں پردہ کرامت ہے

....

(بہت پُرانی غزلیں)

اپنے آپ پہ محفل میں اترانا کیا

اپنے آپ پہ محفل میں اترانا کیا
اور خود سے تنہائی میں شرمانا کیا

عزم سفر کا کر کے گھر سے نکلے ہیں
اونچی نیچی راہوں سے گھبرانا کیا

محفل میں جس بات کو ہنس کر ٹال دیا
سو سو بار اکیلے میں دھرانا کیا

خود کو اچھا ثابت کرنے کی خاطر
جرم زمانے والوں کے گنوانا کیا

تم خود کیا ہو؟ کیسے ہو بتلاؤ تو
نام پہ اپنے آباء کے اِترانا کیا

جس سے ناطہ توڑ لیا ہے اب اس کو
لوگوں سے اپنا کہہ کر ملوانا کیا

رات تمہاری جانے کس جا بیت گئی
سورج چڑھے لوٹ کے گھر کو آنا کیا

پتھر تھام لئے ہیں تم نے ہاتھوں میں
زخم پہ مرہم رکھنا کیا سہلانا کیا

نہ وہ اپنا تھا عرشی ، نہ اپنا ہے
طفل تسلی سے خود کو بہلانا کیا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کس درجہ بے خودی سے ملا تھا وہ کل ہمیں
دل میں کھلے تھے پھول بھی اس کی ہنسی کے ساتھ
عرشی ؔ اس آستیں میں تھا خنجر چھپا ہوا
اور ہم گلے ملے تھے بہت سادگی کے ساتھ

☆☆☆☆☆

چاندنی راتیں کہاں،
موسم سہانے اب کہاں

چاندنی راتیں کہاں ،موسم سہانے اب کہاں
بے خودی کی رُت ،وہ چاہت کے زمانے اب کہاں

اب کہاں تیرا بلانا، اب کہاں آنا مرا
وہ ملاقاتیں کہاں حیلے بہانے اب کہاں

دوریوں نے قرب کی خواہش کو بھی دھندلا دیا
کس لئے روٹھیں ،وہ آئیں گے منانے اب کہاں

وقت کے پاؤں میں زنجیریں نہ ڈالی جا سکیں
یادِ ماضی بن گئے وہ دن پرانے اب کہاں

اپنی تنہائی کے زنداں میں ہوں برسوں سے اسیر
وہ گلے شکوے وہ الفت کے ترانے اب کہاں

ذہن میں روشن ہیں یادوں کے الاؤ آج کل
خود فراموشی کے وہ بیتے زمانے اب کہاں

آگ کی لپٹیں بنے عرشی وہ نغمے پیار کے
کوئی ان شعلوں کو آئے گا بجھانے اب کہاں

ہم خدا حافظ بھی نہ اک دوسرے کو کہہ سکے

(ایک پرانی غزل ۱۴ اگست ۱۹۷۴ء)

چلتے چلتے جانے کیسے پل میں بدلے راستے
ہم خدا حافظ بھی نہ اک دوسرے کو کہہ سکے

رُک گئے بوجھل قدم پاؤں کے چھالے رو پڑے
آؤ گھر لوٹیں کہ سائے شام کے گہرے ہوئے

دن کو سورج کی تپش جانے ستم ڈھائے گی کیا
ہم کہ ٹھنڈی چاندنی میں رات بھر جلتے رہے

خواہشوں کی بھیڑ یوں دل سے یکا یک چھٹ گئی
دفعتاً جیسے بھرے بازار خالی ہو گئے

اس نے آخر کار سونپے آگ کو میرے خطوط
پھاڑ ڈالے میں نے بھی کاغذ سبھی بے کار سے

ذکر کیا اوروں کا شکل اپنی نہ پہچانی گئی

اک ترے جانے سے سارے آئینے دھندلے ہوئے

حیرتوں نے صرف میرے ذہن کو بے حس کیا
یا کہ جتنے شہر میں انسان تھے پتھرا گئے

اب مجھے اذنِ تکلم دے رہے ہیں کس لئے
جو مری سوچوں پہ بٹھلاتے رہے پہرے کڑے

دھوپ نفرت کی چھتوں سے گھر کے اندر آگئی
میرے سب معصوم جذبے بے خطا کُملا گئے

اتنے سارے قرب کا ردِ عمل دوری ہی تھا
دائرے چاہت کے مرکز سے پرے ہٹنے لگے

ملتجی نظریں نہ جب ٹھہرا سکیں تیرے قدم
ہاتھ پھر دامن پکڑ کر تجھ کو کیونکر روکتے

نہ کوئی آندھی اُٹھی نہ شہر میں چھایا غبار
پھول پھر کھلنے سے پہلے کس لئے مرجھا گئے

جب جلے تھے جسم تب دل بھی جھلس کر رہ گئے
آپ خود کہیے کبھی غنچے بھی شعلوں میں کِھلے؟

کودنے کا آگ میں ہم سے ہوا نہ حوصلہ

دیکھ کر دارو رسن اس کے بھی پاؤں رُک گئے

اس نے جھوٹے منہ بھی نہ عرشی کیا اقرارِ جُرم
ہم بہانے در گذر کرنے کے کب تک ڈھونڈتے

دیکھتی ہوں مُڑ کے جب پیچھے تو آتا ہے خیال
زندگی ہم جبر کی اتنے برس کیو نکر جیے

☆☆☆☆☆☆☆

وقت کے سیلِ رواں میں پھر نہ مل پائیں گے ہم
چھوڑ کر جاتے ہوئے کیوں آپ نے سوچا نہیں
شہر کے سب راستوں پر اجنبی سی بھیڑ تھی
گھر سے جو اک بار نکلا لوٹ کر آیا نہیں

☆☆☆☆☆

مرا غرور، مری ضد مری انا
ہے تو

مرا غرور، مری ضد مری انا ہے تو
مرے لئے تو مری جان دیوتا ہے تو

مجھے یہ دکھ کہ تجھے کھو کے کیسے زندہ ہوں
تجھے غرور کہ مجھ کو بھلا چکا ہے تو

تری ہنسی پہ ہوں قربان میری سب خوشیاں
گو میری ذات پہ مدت سے ہنس رہا ہے تو

ترے ستم کا گلہ تجھ سے کیا کروں پیارے
محبتوں پہ بھی برہم سا ہو رہا ہے تو

عجیب تیری عدالت عجب سزائیں ہیں
دلوں کے شہر میں منصف بنا ہوا ہے تو

مجھے جنوں تھا کہ ہر بات مان لوں تیری
تجھے تھا زعم کہ شائد مرا خدا ہے تو

وفا کی راہ میں ثابت قدم رہی عرشی
مگریقیں ہے اس کو کہ بے وفا ہے تو

تُو نے عرشیؔ آج تک جینے کا
گُر سیکھا نہیں

تُو نے عرشیؔ آج تک جینے کا گُر سیکھا نہیں
خواہ مخواہ سچ بولنا ہر بات میں اچھا نہیں

ڈوب جانے کا سبب کیا آپ سمجھیں گے بھلا
گر سفینہ آپ کا ساحل سے ٹکرایا نہیں

جتنے پیارے لوگ تھے اتنے ہی گہرے زخم ہیں
دوستوں کی اس نوازش کا کوئی شکوہ نہیں

تجھ کو شائد مل سکے میری تھکاوٹ کا پتہ
میں نے چہرے سے غبارِ راہ کو دھویا نہیں

جل گیا سارا مکاں لیکن سلامت ہے وہ پھول
سرخ شعلوں کی زبانوں نے اسے چاٹا نہیں

پیار آتا ہے ترے ہاتھوں کی لرزش پر مجھے
زخم بھی تو نے دیا پر اس قدر گہرا نہیں

اس کی ٹھنڈی چھاؤں مجھ کو اب بھی دیتی ہے سکوں
دل تری یادوں کی چھتری چھوڑ کر آیا نہیں

میرے باہر کے مرے اندر کے زخموں کو نہ گن
میں نے تو وہ فصل کاٹی ہے جسے بویا نہیں

ناچتے پھرتے ہیں عرشی دن کو بھی یادوں کے بھوت
دل ہے وہ خالی مکاں جس میں کوئی رہتا نہیں

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پرانے قطعات (۲)

بچھڑ بھی گئے بہت جلدی

عجیب شے تھے ہماری وفا کے غنچے بھی
کھلے بھی، کھل کے بکھر بھی گئے بہت جلدی
وہی ہے شام ،اداسی وہی، وہی میں ہوں
ملے بھی لوگ بچھڑ بھی گئے بہت جلدی

....

کبھی یہ ناز تھا میں تیرے انتخاب میں ہوں

میں ایک سوکھے ہوئے پھول کی طرح عرشی
ہزار سال پرانی کسی کتاب میں ہوں
اداسیاں مری تقدیر بن گئیں تو کیا
کبھی یہ ناز تھا میں تیرے انتخاب میں ہوں

....

کرتی ہے تری یاد پریشاں اسے کہنا
غم دل کا ہے چہرے سے نمائیاں اسے کہنا

کھلتے تھے جہاں پھول ،چہکتے تھے پرندے
ویران ہوا اب وہ گلستاں اسے کہنا

اے کاش وہ اک بار کبھی لوٹ کے آئے
ہر راہ پہ کرتے ہیں چراغاں اسے کہنا

یادیں وہی ،باتیں وہی، آنسو بھی وہی ہیں
سب گھر میں سجا رکھا ہے ساماں اسے کہنا

نغمات جو الفت کے کبھی گائے تھے مل کر
ہونٹوں پہ وہی گیت ہیں رقصاں اسے کہنا

اے کاش کہ آنے کا ترے وہم ہی آئے
اک پل میں سجا دیں گے بیاباں اسے کہنا

الزام لگا دو کوئی،کوئی تو سزا دو
چُپ چاپ ہو کیوں ہم سے گریزاں اسے کہنا

تم نے نہ کبھی لوٹ کے عرشی کی خبر لی
اس بات پہ سب لوگ ہیں حیراں اسے کہنا

مغرور کر دیا

ہم کو ہے ناز آپ کی چاہت پہ بے پناہ
ہر فکر و غم کو دل سے بہت دور کر دیا
خاطر میں اب کسی کو بھی لاتے نہیں ہیں ہم
کس درجہ آپ نے ہمیں مغرور کر دیا

پرانے قطعات (۳)

سارے دروازے مقفل کر گیا

گھنٹیاں بجتی ہیں ان یادوں کی عرشی آج تک
گو ملاقاتوں کا شکوؤں کا تسلسل مر گیا
دستکیں ہوتی رہیں دل پر مگر بے فائدہ
جانے والا سارے دروازے مقفل کر گیا

ہم لگے مہمان سے

کٹ چکا تھا مشکلوں کا وقت پر مشکل کے ساتھ
سامنے اب رہ گئے تھے مرحلے آسان سے
آپ کا طرزِ عمل لمحوں میں بدلا اس طرح
اپنے گھر میں ہم کو عرشی ہم لگے مہمان سے

اور ہم گلے ملے تھے بڑی سادگی کے ساتھ

کس درجہ بے خودی سے ملا تھا وہ کل ہمیں
دل گنگنا اٹھا تھا فقط دل لگی کے ساتھ
عرشی اس آستیں میں تھا خنجر چھپا ہوا
اور ہم گلے ملے تھے بڑی سادگی کے ساتھ

مگر لگتا تھا اترایا ہوا

اس سے ملنے کو یہ دل مچلا ہے کس کس طور سے
کچھ نہ پوچھو کس طرح اس کو تھا بہلایا ہوا
میں نے عرشی اس لئے مڑ کر اسے دیکھا نہیں
خوبصورت تھا مگر لگتا تھا اترایا ہوا

چاہت میں کمی آئی کہ دل ٹوٹ گیا ہے
اس درجہ غلط تو مرے معیار نہیں تھے
ہم جوڑ کے ہاتھ ان کو منا لیتے تھے عرشؔی
خود دار تھے ، پر اتنے بھی خودار نہیں تھے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

منصفوں کو جرم کی میرے صفائی مل گئی
جب ہوئے مانوس پنجرے سے رہائی مل گئی
عزتیں اس بار بھی تیرا مقدر ہو گئیں
مجھ کو عرشؔی شہر بھر کی جگ ہنسائی مل گئی

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کنارہ نہ مل سکا

ان سے بچھڑ کے ہم بھی سدا لڑکھڑائے ہیں
ان کو بھی کوئی ہم سا سہارا نہ مل سکا
ہم کو بھی ڈوبنے کی کوئی آرزو نہ تھی
ان کو بھی یہ گلہ ہے کنارہ نہ مل سکا

بات کم بخت کچھ ایسی تھی بتائی نہ گئی

ان سے شکوہ تو نہیں خود سے گلہ ہے ہم کو
ہم جھجکتے رہے دیوار گرائی نہ گئی
وہ تو سننے کو بھی تیار تھے عرشی لیکن
بات کمبخت کچھ ایسی تھی بتائی نہ گئی

اب ہم پرائے ہو گئے

آپ کو نظریں ہماری ڈھونڈتی تھیں ہر طرف
آپ جانے کس جہاں میں جا کے عرشی کھو گئے
جب ادھر بے تابیاں تھیں آپ کو فرصت نہ تھی
اب فراغت ہے تو کیا اب ہم پرائے ہو گئے

گونج سے جو چیختے لمحوں کی ڈر کر آ گئے

گونج سے جو چیختے لمحوں کی ڈر کر آ گئے
مصلحت اندیش تھے وہ لوگ جو گھر آ گئے

اس قدر تلخی ترے لہجے میں پہلے تو نہ تھی
زلزلے احساس کے لفظوں میں ڈھل کر آ گئے

خواب میں ہم نے خدا جانے پکارا تھا کسے
اَن گنت افراد ہاتھوں پر لئے سر آ گئے

رنگ برنگی سیپیاں کل ڈھونڈنے نکلے تھے ہم
وہ تو انجانے میں اپنے ہاتھ گوہر آ گئے

وہ ہمارا منتظر تب بھی نہ تھا اب بھی نہیں
ہم یونہی پُر پیچ رستوں سے گذر کر آ گئے

لوٹ کر جانے کی بابت ہم نے سوچا تک نہیں
گھر جلا ڈالا نشانِ پا مٹا کر آ گئے

اجنبی تھے وہ جو گھر تک چھوڑنے آئے مجھے
دوست تھے وہ جو مری نیا ڈبو کر آ گئے

نہ وہ گھر نہ پیڑ نہ وہ کھیت نہ وہ ندیاں
کیا خبر ہم لوگ اس بستی میں کیونکر آ گئے

جُرم اپنا سوچ عرشی کچھ نہ کچھ ہو گی خطا
بے سبب کیا ان گنت الزام تجھ پر آ گئے

☆☆☆☆☆☆

کھو جاتے ہیں

جیون کی راہوں میں ساتھی مل جاتے ہیں کھو جاتے ہیں
جاتے جاتے درد کے کانٹے عرشی دل میں بو جاتے ہیں
رفتہ رفتہ دل کے سارے زخموں کو نیند آ جاتی ہے
کتنے بھی منہ زور ہوں طوفاں آخر مدھم ہو جاتے ہیں

کون جانے کس طرف سے
پہلا پتھر آئے گا

کون جانے کس طرف سے پہلا پتھر آئے گا
شام کے ڈھلتے ہی جب پاگل گدا گر آئے گا

زرد چہرہ دیکھ کر اس کا بُرا مت ماننا
چاند اب تاریک راہوں سے گذر کر آئے گا

پیار کے رستے ہمیشہ کی طرح پُر پیچ ہیں
جو بھی ان راہوں سے آیا زخم کھا کر آئے گا

گھر کے آنگن میں نہ تاریکی کے تو میلے لگا
روشنی کے شہر سے ہو کر ستم گر آئے گا

ادھ کھلی کلیاں بچھا دو ہر گلی ہر موڑ پر
کون جانے آج کس رستے سے وہ گھر آئے گا

اپنی باری کے ہیں عرشی مدتوں سے منتظر
ظرف دکھلا دیں گے جب ہاتھوں میں ساغر آئے گا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ اجنبی تھے ان کی روش کا گِلہ نہیں

وہ اجنبی تھے ان کی روش کا گِلہ نہیں
ایسا سلوک تم کو مری جاں روا نہیں

ساتھ اپنے تیرے شہر میں کیا کیا ہوا نہیں
تو بھی گلے لگا کے ہمیں پوچھتا نہیں

اب کیا کہیں کہ تھا اسے درپیش کیا سفر
گھائل بھی تھا نڈھال بھی لیکن رکا نہیں

اُس دن سے دل پہ ہے کوئی پتھر دھرا ہوا
کہنے کو کہہ دیا تھا ہماری خطا نہیں

دل کی شکستگی کی صدا کون سن سکا
ہاتھوں سے میرے کانچ کا برتن گرا نہیں

اس دورِ کم نظر میں نوازے کسے کوئی
سب بن گئے خدا کوئی بندہ رہا نہیں

قائم نہ اس کے بعد رہیں گھر کی رونقیں

اک عمر ہو گئی کوئی آیا گیا نہیں

لمحے کا زخم وقت کی صدیاں نہ بھر سکیں
اک سلسلہ ہے درد کا اب تک تھما نہیں

عرشی کسی کو یاد نہ تھیں اپنی نیکیاں
پتھر جبھی تو غار کے منہ سے ہٹا نہیں

☆☆☆☆☆☆

پاس رکھتے تھے کبھی تم بھی ہمارے مان کا
کس طرح بدلہ اتاریں آپ کے احسان کا
درد جو تم نے دیئے دل سے لگا کر رکھ لئے
جی برا کرتے نہیں ہیں ہم کسی مہمان کا

☆☆☆☆

کسی بھی ڈھب سے بسر زندگی کو کر لیں گے
مگر نہ اب کوئی الزام اپنے سر لیں گے
یہ چند سانس بھلا کب کسی پہ احساں ہیں
کہ جی نہ پائیں گے عرشی اگر تو مر لیں گے

☆☆☆☆☆☆

پلٹ سکیں گے نہ جو
لوگ ڈر سے نکلے ہیں

پلٹ سکیں گے نہ جو لوگ ڈر سے نکلے ہیں
یہ شہر والے بلا کے اثر سے نکلے ہیں

ملے جو کوئی شناسا تو اس سے حال کہیں
اک عمر ہو گئی ہم لوگ گھر سے نکلے ہیں

کسی نے ریل تلے آ کے خود کُشی کر لی
ہزار قصے اسی اک خبر سے نکلے ہیں

یہ بھاگ دوڑ یہ چیخ و پکار سی کیا ہے
یہ لوگ کیا کسی آسیب گھر سے نکلے ہیں

ملے بچھڑ گئے اور اس کے بعد مل نہ سکے
فسانے دل کے بہت مختصر سے نکلے ہیں

کوئی گلے سے لگائے تو ماجرا کہہ دیں
ہم آج اپنی انا کے کھنڈر سے نکلے ہیں

مجھے خبر ہے کہ اُڑ جائے گا خموشی سے
مرے وجود کے کچھ بال و پر سے نکلے ہیں

گرفتہ دل ہیں کہ بولی نہ لگ سکی اپنی
ہم اپنی ذات کے نیلام گھر سے نکلے ہیں

خود اپنا آپ ہمیں اجنبی سا لگتا ہے
اک عمر بعد کسی کے اثر سے نکلے ہیں

صدا ہماری نہ ان تک پہنچ سکی عرشی
وہ جا چکے ہیں تو ہم اپنے گھر سے نکلے ہیں

☆☆☆☆☆☆☆☆

میں نے رہبر جسے سمجھا ہے
وہ دھوکہ ہی نہ ہو

میں نے رہبر جسے سمجھا ہے وہ دھوکہ ہی نہ ہو
ساتھ چُپ چاپ جو چلتا رہا سایہ ہی نہ ہو

میں نے ہر بار ہر آہٹ پہ دریچہ کھولا
وہ کہیں چُھپ کے مرے حال پہ ہنستا ہی نہ ہو

بارہا میں نے یہی سوچ کے باہر جھانکا
حسبِ معمول وہ دہلیز پہ بیٹھا ہی نہ ہو

جانے کیوں دیکھ کے اس کو مجھے احساس ہوا
اجنبی بن کے جو گذرا ہے وہ اپنا ہی نہ ہو

میں نے یہ سوچ کے ہر شام جلائے دیپک
وہ جو مدت ہوئی نکلا تھا اب آتا ہی نہ ہو

چھوڑ کے پھر میں بھری بزم کو اٹھ آئی ہوں
مجھ کو لگتا ہے مرا دوست اکیلا ہی نہ ہو

میرے چہرے پہ نگاہوں کی تپش ہے عرشی
کہیں چُپ چاپ کھڑا وہ مجھے تکتا ہی نہ ہو

پُر سکوں تھی زندگی جب
شہر میں چرچا نہ تھا

پُر سکوں تھی زندگی جب شہر میں چرچا نہ تھا
اجنبی تھے ہم یہاں لوگوں نے پہچانا نہ تھا

جانے کل کیوں یک بیک آنکھوں میں آنسو آ گئے
میں تو وہ بادل ہوں جو مدت ہوئی برسا نہ تھا

میں بھرے مجمعے میں اس کو دیکھ کر چلّا اٹھی
معذرت کر کے وہ بولا ''میں نے پہچانا نہ تھا''

اس کی گم شدگی کے چرچے ہیں نگر میں ہر طرف
میرے دل میں آ کے لوگوں نے اسے ڈھونڈا نہ تھا

میں ہوا کی موج تھی الزام مجھ پر آ گیا
حالانکہ تیرا دیا مدت ہوئی جلتا نہ تھا

اتنی تاریکی تھی عرشی میں سہم کر رہ گئی
ہائے وہ گنبد سا گھر جس میں کوئی رستا نہ تھا

☆☆☆☆☆☆☆

جس کا نہ تھا خیال وہی

بات ہو گئی

جس کا نہ تھا خیال وہی بات ہو گئی
غیروں پہ ان کی چشمِ عنایات ہو گئی

حیرت سے تک رہا تھا ہر اک شخص کل مجھے
کتنی عجیب صورتِ حالات ہو گئی

خوش تھے بہت ہم آج اچانک یہ کیا ہوا
بے وقت اپنے شہر میں برسات ہو گئی

کیا جانے مجھ کو دیکھ کے کیا سوچنے لگے
کل ان سے راہ میں جو ملاقات ہو گئی

تقدیر تھی خراب کہ کاوش میں نقص تھا
بازی جہاں لگائی وہیں مات ہو گئی

تم کو تو بات بات میں شوخی تھی سوجھتی
عرشی بہت اداس ہو کیا بات ہو گئی

☆☆☆☆☆☆

ختم وہ گھڑیاں ہوئیں
قربت کے افسانے گئے

ختم وہ گھڑیاں ہوئیں قربت کے افسانے گئے
دوستی پر ناز تھا جن کی وہ یارانے گئے

اجنبی ہاتھوں نے لوٹی صبح نو کی روشنی
بے سبب مجرم مگر ہم لوگ گردانے گئے

ہم نے اس بستی میں دیکھے ہیں بہت گرتے مکاں
پر مسخ چہرے کبھی ہم سے نہ پہچانے گئے

اک سسکتی شام نے رستہ بہت روکا مگر
حسرتوں کے قافلے غم کی ردا تانے گئے

ہم بھی دو راہے پہ آپہنچے حیات و موت کے
کس سے اب پوچھیں کہ کل کس سمت دیوانے گئے

آرزو کے راستوں پر حسرتوں کی دھول تھی
جو بھی ان راہوں سے گذرے پھر نہ پہچانے گئے

زندگی کی رہ گذر عرشی بہت سونی ہے آج
لوٹ کر آئے نہیں جو لوگ انجانے گئے

☆☆☆☆☆☆☆

کانپتے اشکوں کا اک سیلِ رواں آنکھوں میں ہے

کانپتے اشکوں کا اک سیلِ رواں آنکھوں میں ہے
آج پھر بیتے دنوں کا کارواں آنکھوں میں ہے

سب امنگیں آرزویں آنسوؤں میں ڈھل گئیں
کون جانے کب سے رِم جھم کا سماں آنکھوں میں ہے

منجمد ہیں میری آنکھوں میں محبت کے نقوش
مجھ کو ہے یہ ناز کہ سارا جہاں آنکھوں میں ہے

ایک دن خود ہی زمانے کو یقیں آجائے گا
میری ساری بے گناہی بے زباں آنکھوں میں ہے

ایک مدت ہو گئی ترکِ تعلق کو مگر
کس لئے پھر آج احساسِ زیاں آنکھوں میں ہے

ہے چبھن اتنی کہ عرشی اشک بہہ نکلے ہیں آج
ان گنت یادوں کا کڑوا سا دھوآں آنکھوں میں ہے

☆☆☆☆☆

بدلتے وقت کی مانند
لوگ بدلیں گے

بدلتے وقت کی مانند لوگ بدلیں گے
اک ایک کر کے محبت کے خول اتریں گے

مجھے بھی غم کی کسوٹی پہ لوگ پرکھیں گے
تمہارے رخ سے بھی لمحے نقاب چھینیں گے

مری شکست کا چرچا ہے جن کے ہونٹوں پر
کبھی وہ لوگ مرا حوصلہ بھی دیکھیں گے

جو زخم بھر گئے ان کا ہے ذکر بے معنی
جو بھر نہ پائے اب ان کا علاج سوچیں گے

تو لوٹ آئے گر اب بھی اسی غرور کے ساتھ
تری قسم ہے تری ہر خطا بھلا دیں گے

گذرتا وقت تری یاد کو جھلس دے گا
بھلا ہم آگ کے دریا کو کیسے روکیں گے

ابھی نہ روک ہمیں ان کا ذکر کرنے سے
ہم ان کو عرشی کبھی نہ کبھی بھلا دیں گے

☆☆☆☆☆☆☆

اپنے آپ پہ محفل میں اترانا کیا

اپنے آپ پہ محفل میں اترانا کیا
اور خود سے تنہائی میں شرمانا کیا

عزم سفر کا کر کے گھر سے نکلے ہیں
اونچی نیچی راہوں سے گھبرانا کیا

محفل میں جس بات کو ہنس کر ٹال دیا
سو سو بار اکیلے میں دھرانا کیا

خود کو اچھا ثابت کرنے کی خاطر
جُرم زمانے والوں کے گنوانا کیا

تم خود کیا ہو اس بارے میں بات کرو
نام پہ اپنے آباء کے اترانا کیا

پتھر تھام لئے ہیں تم نے ہاتھوں میں
زخم پہ مرہم رکھنا کیا سہلانا کیا

جس سے ناطہ توڑ لیا ہے اب اس کو
لوگوں سے اپنا کہہ کر ملوانا کیا

رات یونہی سڑکوں پر پھرتے بیت گئی
اب صبح کے وقت بھلا گھر جانا کیا

نہ وہ اپنا تھا عرشیؔ نہ اب ہو گا
طفل تسلی سے خود کو بہلانا کیا

☆☆☆☆☆

مرا غرور مری ضد مری انا ہے تو

مرا غرور مری ضد مری انا ہے تو
مرے لئے تو محبت کا دیوتا ہے تو

مجھے یہ دکھ کہ تجھے کھو کے کیسے زندہ ہوں
تجھے غرور کہ مجھ کو بھلا چکا ہے تو

تری ہنسی پہ ہوں قربان میری سب خوشیاں
کہ میری ذات پہ مدت سے ہنس رہا ہے تو

عجیب تیری عدالت عجب سزائیں ہیں
دلوں کے شہر میں منصف بنا ہوا ہے تو

وفا کی راہ میں ثابت قدم نہیں میں بھی
گِلہ نہیں مجھے تجھ سے کہ بے وفا ہے تو

مجھے جنون تھا ہر بات مان لوں تیری
تجھے تھا زعم کہ شائد مرا خدا ہے تو

ترے ستم کا گِلہ تجھ سے کیا کروں پیارے
مری وفا پہ بھی برہم سا ہو رہا ہے تو

اس قدر اب اہتمامِ رنگ و رعنائی نہ کر

اس قدر اب اہتمامِ رنگ و رعنائی نہ کر
خود کو پھر ان کی توجہ کی تمنائی نہ کر

ایک لمحہ رک کے بس پاؤں کے چھالے دیکھ لے
میں نے کب تجھ سے کہا کہ آبلہ پائی نہ کر

دل میں چبھ جائیں گی یادوں کی چمکتی کرچیاں
اجنبی لوگوں سے تو گہری شناسائی نہ کر

ناگ یادوں کے اکیلا پا کے ڈس لیں گے تجھے
خود کو بستے شہر میں پابندِ تنہائی نہ کر

پونچھ لے آنسو غم ِ الفت کے ہیں یہ ترجماں
اس خزانے کو چھپا لے جلوہ آرائی نہ کر

عرضِ غم کر کے تو خود اپنی نگاہوں سے نہ گر
اپنے ہاتھوں اپنی خودداری کی رسوائی نہ کر

کرنا پڑ جائے نہ پھر دار و رسن کا اہتمام
اس سیاہ خانے میں عرشی عزمِ سچائی نہ کر

وجہ سمجھ میں تو آئی
مگر نہ ظاہر کی

وجہ سمجھ میں تو آئی مگر نہ ظاہر کی
کہ دشت دیکھ کے کیوں یاد آگئی گھر کی

خدا کے واسطے پلٹو ورق نہ ماضی کے
اداس دل کو کہاں تاب ایسے منظر کی

کہاں وہ دن کہ ہر اک شخص سے تری باتیں
کہاں یہ دن کہ زباں ہو گئی ہے پتھر کی

ٹپک رہا ہے ابھی تک دلِ حزیں سے لہو
زباں کی نوک تھی جیسے کہ نوک خنجر کی

پھسل کے ہاتھ سے ریزوں کا روپ دھار لیا
کوئی سمجھ نہ سکا تھا زبان ساغر کی

غبار وقت کا چہرے پہ جم گیا لیکن
نمی کو کر نہ سکا جذب دیدہِ تر کی

گذرتے وقت نے مسمار کر دیا اس کو

بسی ہوئی تھی مرے دل میں یاد جس گھر کی

عجب تھا آج کا طوفاں چھلک پڑی آنکھیں
وگرنہ ظرف میں گہرائی تھی سمندر کی

تو اپنے درد کی دنیا میں گم رہی عرشی
خبر ہوئی نہ کبھی تجھ کو گھر سے باہر کی

☆☆☆☆☆☆☆

جب ہم پہلے پہل ملے تھے موسم کتنا اچھا تھا

جب ہم پہلے پہل ملے تھے موسم کتنا اچھا تھا
آپ کو میں کیسا لگتا ہوں تم نے مجھ سے پوچھا تھا

تیرے دامن میں خوشیوں کے رنگ برنگے پھول بھروں
تیری بوجھل بوجھل آنکھیں دیکھ کے میں نے سوچا تھا

ہاتھ پکڑ کر چلتے تھے تو تاریکی کا خوف نہ تھا
پیار کی مدھم کرنوں نے راہوں میں نور بکھیرا تھا

میں کہتی تھی مجھ کو ڈر ہے دیکھو بھول نہ جانا تم
اور تو مجھ کو پاگل کہہ کے دھیرے دھیرے ہنستا تھا

دل کو تھام کے اکثر اب میں گم سُم بیٹھی رہتی ہوں
وہ دن بیتے ،شہر میں جب اک شخص تو میرا اپنا تھا

اب تو روشن کرنیں دل میں نیزے بن کر چبھتی ہیں

چاند خوشی کا من آنگن میں پل دو پل کو چمکا تھا

اب میں تنہائی میں خود سے پہروں باتیں کرتی ہوں
پہلے یوں کرتی تو تُو نے مجھ کو پاگل کہنا تھا

میرے دکھ کی باتیں سن کر عرشی لوگ تو کہتے ہیں
تم نے کتنا بور کیا یہ تو عام سا قصہ تھا

اس کی باتیں بھی ہمیشہ سے ہیں پتھر جیسی

اس کی باتیں بھی ہمیشہ سے ہیں پتھر جیسی
میری آنکھیں بھی ہیں برسات کے منظر جیسی

کاٹ کر پھینک دیئے پیار کے سارے رشتے
وقت کے ہاتھ میں اک چیز تھی خنجر جیسی

کتنی کم ظرف ہیں آنکھیں کہ چھلک اٹھی ہیں
دل کی گہرائی تو ورنہ ہے سمندر جیسی

سب کو اصرار کہ اس ہاتھ نے گل ہی پھینکے
آ کے اک چیز لگی پر مجھے پتھر جیسی

نہ کہیں پیڑ کا سایہ ہے نہ سطح ہموار
ٹوٹی پھوٹی ہے سڑک میرے مقدر جیسی

کسی محفل میں مرا دل نہیں لگتا عرشی
اب تو باہر بھی ہیں ویرانیاں اندر جیسی

چمن پھر آگ کی زد پر دکھائی دیتا ہے

چمن پھر آگ کی زد پر دکھائی دیتا ہے
یہ خواب مجھ کو برابر دکھائی دیتا ہے

ہے اس کے ہاتھ پہ کتنے مسافروں کا لہو
وضع قطع سے جو رہبر دکھائی دیتا ہے

ہر اک کے ہونٹوں پہ مہر و وفا کے نغمے ہیں
ہر آستین میں خنجر دکھائی دیتا ہے

یہاں قریب ہی چھوٹی سی اک پہاڑی ہے
جہاں سے شہر کا منظر دکھائی دیتا ہے

ہمارے دل کے اندھیرے نہیں مٹے اب تک
تمام شہر منور دکھائی دیتا ہے

یہیں کہیں پہ ٹھکانہ ہے آج کل اس کا
یہیں کہیں پہ وہ اکثر دکھائی دیتا ہے

گزر چکے کئی موسم مگر ان آنکھوں میں

ابھی بہار کا منظر دکھائی دیتا ہے

میں اک شجر ہوں پھلوں سے لدا ہوا عرشی
ہر ایک ہاتھ میں پتھر دکھائی دیتا ہے

جہاں کہیں بھی وہ چہرہ دکھائی دیتا ہے

جہاں کہیں بھی وہ چہرہ دکھائی دیتا ہے
ہر اک سمت اجالا دکھائی دیتا ہے

زمیں کی پیاس بجھے نہ بجھے خدا جانے
مرا وجود پگھلتا دکھائی دیتا ہے

ہم اطمنان سے بیٹھے تھے جس کے سائے میں
وہ پیڑ جڑ سے اکھڑتا دکھائی دیتا ہے

ہر ایک شخص مرے شہر کا پریشاں ہے
ہر ایک ذہن سلگتا دکھائی دیتا ہے

کھڑا ہے پاس ہی گذرے ہوئے دنوں کا ہجوم
مرا وجود تماشا دکھائی دیتا ہے

عجیب بات ہے ہاتھوں میں جس کے پتھر ہیں
وہ شخص مجھ کو شناسا دکھائی دیتا ہے
جھکی ہیں ندّی پہ اس طرح ریشمی شاخیں
درخت مجھ کو پیاسا دکھائی دیتا ہے

ابھی ابھی جو گرا ٹوٹ کر خلاؤں میں
مرے نصیب کا تارا دکھائی دیتا ہے

ہر ایک شہر کی سرحد پہ شور برپا ہے
مجھے تو جنگ کا خطرہ دکھائی دیتا ہے

نہ جانے کس کو سہارے کی ہے طلب کس سے
درخت بیل سے لپٹا دکھائی دیتا ہے

کیا ہے شہر میں رسوا ہمارے سچ نے ہمیں
تمہارا جھوٹ بھی کھلتا دکھائی دیتا ہے

قریب جا کے جو دیکھا تو وہ بھی تشنہ تھا
بدل کے بھیس جو دریا دکھائی دیتا ہے

وہ اجنبی ہی سہی آنے والے کل کی طرح
نہ جانے کیوں مجھے اپنا دکھائی دیتا ہے

کسی کے ہاتھ ہیں نازک گلاب کی مانند

کسی کے ہاتھ میں تیشہ دکھائی دیتا ہے

کچھ اور سوچ کے آئے تھے آج گھر عرشی
یہاں تو اور ہی نقشہ دکھائی دیتا ہے

☆☆☆☆☆☆

دیر ہے اک آدھ پل کی پھر کوئی مشکل نہیں

دیر ہے اک آدھ پل کی پھر کوئی مشکل نہیں
جاں اُلٹتی ناؤ ہے اور سامنے ساحل نہیں

میرے جیسے سب اُنہیں تاریک راہوں میں مرے
میں بھلا کیسے کہوں یہ میرا مستقبل نہیں

میری سب ناکامیاں احباب کا احسان ہیں
کون سی دشواریاں ہیں جو مجھے حاصل نہیں

ہم کہ اپنے آپ کو بھولے ہوئے مدت ہوئی
تم کہ اپنے آپ سے اک پل کو بھی غافل نہیں

میری بربادی تو تھی تقدیر کا لکھا مگر
سچ کہو اس میں تمہارا ہاتھ تو شامل نہیں

دل اسیرِ درد ہو کر مطمئن سا ہو گیا
بچ نکلنا ورنہ اس کے واسطے مشکل نہیں

کرچیوں میں بٹ کے رہ جانا ہمیں منظور ہے
دل دکھانے کا کسی کے ہم مگر قائل نہیں

زندگی کی دوپہر میں یہ مرا تنہا سفر
اور عرشی سر پہ اس کے پیار کا آنچل نہیں

☆☆☆☆☆☆☆

آتے جاتے شام کو میں نے اسے دیکھا بھی ہے

آتے جاتے شام کو میں نے اسے دیکھا بھی ہے
سامنے والے مکاں میں اب کوئی رہتا بھی ہے

اور کب تک زندگی تنہا گزاری جائے گی
آپ ہی کہیے کہ اس بارے میں کچھ سوچا بھی ہے

میری رائے میں تو کچھ لازم ہی رکھیے احتیاط
آپ گو تیراک ہیں پانی مگر گہرا بھی ہے

یہ ہمارا دل ہے یا بگڑا ہوا بچہ کوئی
خود بخود روتا بھی ہے اور خود بخود ہنستا بھی ہے

اس طرح سے اجنبی بن کر گزرنے کے سوا
میرے اس کے درمیاں اک اور سمجھوتہ بھی ہے

ہم نے تو دل کو عجائب گھر بنا کر رکھ دیا
اک طرف کلیاں کھلی ہیں اک طرف صحرا بھی ہے

دل دھڑک اٹھا ہے کیوں وہ نام سن کر دفعتاً
ہاں مجھے یاد آ گیا میں نے اسے چاہا بھی ہے

مان لے عرشی کسی کی ملتوی کر دے سفر
تُند ہے دریا بہت تیرا گھڑا کچا بھی ہے

برستی رہتی ہے وحشت سی بام و در سے ترے

برستی رہتی ہے وحشت سی بام و در سے ترے
گئی ہے جب سے کھنک چوڑیوں کی گھر سے ترے

ترے خلوص کے کل تک جو گیت گاتے تھے
پناہ مانگ رہے ہیں وہ آج شر سے ترے

تجھے یہ ڈر تھا کہ پاؤں نہ بھیگ جائیں کہیں
گزر گئے کئی طوفان اب تو سر سے ترے

تمام عمر ہی بے کار رنجشوں میں کٹی
کہ بن سکی نہ کبھی تیری ہم سفر سے ترے

اسے کسی نے کہیں پر بھی بیٹھنے نہ دیا
چلا گیا تھا جو اک شخص اٹھ کے در سے ترے

کھلیں گلاب یہاں تتلیاں کریں شوخی
عجیب سی مجھے وابستگی ہے گھر سے ترے

ڈھلی جو شام بہت مضطرب ہوئے عرشی
کہ منتظر سے تھے کچھ لوگ جو سحر سے ترے

دل کو یہ ضد ہے کہ اس نے مجھے دیکھا ہو گا

دل کو یہ ضد ہے کہ اس نے مجھے دیکھا ہو گا
حسبِ معمول ہوا اِس کو یہ دھوکا ہو گا

جس کو پانے کی شب و روز دعائیں مانگیں
اس کو گر پا بھی لیا ہم نے تو پھر کیا ہوگا

اس کے ہاتھوں میں مرا ہاتھ لرز اٹھا تھا
اس نے اس لمحے میں کیا کیا نہیں سوچا ہو گا

سامنے میرے بہت خود کو سنبھالا اس نے
گھر پہنچ کر وہ مگر ٹوٹ کے رویا ہو گا

ذہن کہتا ہے یہاں نقشِ کفِ پا بھی نہیں
دل کو یہ ضد کہ وہ اس راہ سے گذرا ہو گا

گردشِ وقت نے مجھ کو بھی بدل ڈالا ہے
وہ بھی کب سامنے حالات کے ٹھہرا ہو گا

میں تو اس گھر میں ہمیشہ سے رہی ہوں تنہا
مدتوں ساتھ جو رہتا رہا سایہ ہو گا

گھر کی ویرانی تو پہلے سے سوا ہے عرشی
وہ مرے بعد بھلا کب یہاں آیا ہو گا

....

بچھڑ بھی گئے بہت جلدی

عجیب شے تھے ہماری وفا کے غنچے بھی
کھلے بھی، کھل کے بکھر بھی گئے بہت جلدی
وہی ہے شام ،اداسی وہی، وہی میں ہوں
ملے بھی لوگ بچھڑ بھی گئے بہت جلدی

....

کبھی یہ ناز تھا میں
تیرے انتخاب میں ہوں

میں ایک سوکھے ہوئے پھول کی طرح عرشی
ہزار سال پرانی کسی کتاب میں ہوں
اداسیاں مری تقدیر بن گئیں تو کیا
کبھی یہ ناز تھا میں تیرے انتخاب میں ہوں

....

مغرور کر دیا

ہم کو ہے ناز آپ کی چاہت پہ بے پناہ
ہر فکر و غم کو دل سے بہت دور کر دیا

خاطر میں اب کسی کو بھی لاتے نہیں ہیں ہم
کس درجہ آپ نے ہمیں مغرور کر دیا

چلتے چلتے جانے کیسے

پل میں بدلے راستے

چلتے چلتے جانے کیسے پل میں بدلے راستے
ہم خدا حافظ بھی نہ اک دوسرے کو کہہ سکے

رُک گئے بوجھل قدم پاؤں کے چھالے رو پڑے
آؤ گھر لوٹیں کہ سائے شام کے گہرے ہوئے

دن کو سورج کی تپش جانے ستم ڈھائے گی کیا
ہم کہ ٹھنڈی چاندنی میں رات بھر جلتے رہے

حیرتوں نے صرف میرے ذہن کو بے حس کیا
یا کہ جتنے شہر میں انسان تھے پتھرا گئے

اب مجھے اذنِ تکلم دے رہے ہیں کس لئے
جو مری سوچوں پہ بٹھلاتے رہے پہرے کڑے

نہ کوئی آندھی اٹھی نہ شہر میں چھایا غبار
آنکھ جب دھندلی ہوئی تو راستے دھندلا گئے

اس نے آخر کار سونپے آگ کو میرے خطوط
پھاڑ ڈالے میں نے بھی کاغذ سبھی بے کار سے

خواہشوں کی بھیڑ یوں دل سے یکا یک چھٹ گئی
جیسے پل بھر میں بھرے بازار خالی ہو گئے

ذکر کیا اوروں کا شکل اپنی نہ پہچانی گئی
اک ترے جانے سے سارے آئینے دھندلے ہوئے

دھوپ نفرت کی چھتوں سے گھر کے اندر آ گئی
ان گنت معصوم چہرے بے خطا کملا گئے

جیسے اتنے قرب کا ردِ عمل دوری ہی تھا
دائرے سوچوں کے مرکز سے پرے ہٹنے لگے

ملتجی نظریں نہ جب ٹھہرا سکیں اٹھتے قدم
ہاتھ پھر دامن پکڑ کر تجھ کو کیوں کر روکتے

کودنے کا آگ میں ہم سے ہوا نہ حوصلہ
دیکھ کر دار و رسن اس کے بھی پاؤں رک گئے

جب جلے تھے جسم تب دل بھی جھلس کر رہ گئے
آپ خود کہیے کبھی غنچے بھی شعلوں میں کھلے

دیکھتی ہوں مُڑ کے جب پیچھے تو آتا ہے خیال
زندگی ہم ہم جبر کی اتنے برس کیونکر جیئے

اس نے جھوٹے منہ بھی نہ عرشی کیا اقرارِ جرم
ہم بہانے در گذر کرنے کے کب تک ڈھونڈتے

جلد زمانے بدلیں گے

اب کچھ ھی گھڑیاں باقی ھیں

جلد زمانے بدلیں گے اب کچھ ہی گھڑیاں باقی ہیں
آؤ باغ میں چل کر دیکھیں کتنی کلیاں پھوٹی ہیں

''پھول نہ توڑو'' لکھا دیکھا بورڈ گرا کر اندر چل دیں
سب غنچے پامال کئے یہ شوخ ہوائیں اندھی ہیں

نم آلود ہوا کے جھونکے شوق سے آئیں کمرے میں
میں نے اس کی سب تحریریں تالا ڈال کے رکھی ہیں

ہم تو سارے شہر کو بے حس پتھر سمجھے بیٹھے تھے

حالانکہ اندر سے کچھ دھیمی آوازیں آتی ہیں

یہ بوڑھے برگد بھی جانے کیا کیا سوچا کرتے ہیں
چڑیاں چوں چوں کر کے ان کو روز پریشاں کرتی ہیں

قطرہ قطرہ ٹپکے تو برتن خالی ہو جاتا ہے
جینے کی امیدیں اک اک کر کے رخصت ہوتی ہیں

انسانوں کے درد بٹانا سب کو ان کے حق دلوانا
اچھی ہیں یہ باتیں عرشی تم نے کس سے سیکھی ہیں

☆☆☆

تین لفظ

ملنے والے مجھے بتاتے ہیں
ان دنوں آپ جس قدر خوش ہیں
اس سے پہلے کبھی نہ تھے اتنے
بات بے بات مسکراتے ہیں
ربط ہر ایک سے بڑھاتے ہیں
ذکر میرا کبھی جو آ جائے
کتنی خوبی سے ٹال جاتے ہیں
مجھ کو یہ جا کر خوشی تو ہوئی
جانے کیوں دل میں ٹیس سی اٹھی
آپ کی یہ ہنسی بھی جھوٹی ہے
آپ کے قہقہے بھی جھوٹے ہیں
آپ ہنستے رہیں دکھاوے کو
پر اکیلے جب آپ ہوتے ہیں
یاد کر کر کے مجھ کو روتے ہیں
آپ کہہ لیں اسے غلط فہمی
یا کہ اور جو مناسب ہو
آپ سے صرف یہ گزارش ہے
میرے اس مختصر سے خط کا جواب
تین لفظوں میں آپ دے دیجئے
آپ کو میری جان کی ہے قسم
صرف لکھ دیجئے کہ ’’سب سچ ہے‘‘

اِک تو تھا جو بچھڑ کے دوبارہ نہیں ملا

اِک تو تھا جو بچھڑ کے دوبارہ نہیں ملا
ورنہ ہمیں جہان میں کیا کیا نہیں ملا

ان سے بچھڑ کے ہم بھی نہ منزل کو پا سکے
ان کو بھی یہ گِلہ ہے کہ رستہ نہیں ملا

اب ہم خدا بنے ہیں ہیں تو بندوں کا قحط ہے
جب بندگی کا شوق تھا مولا نہیں ملا

سب آ کے میرے گوشہِ دل میں ٹھہر گئیں
ویرانیوں کو کوئی ٹھکانہ نہیں ملا

اس شہر میں کوئی بھی مرا منتظر نہ تھا
کوئی دیا منڈیر پر جلتا نہیں ملا

گنبد میں اپنی ذات کے مدت سے ہوں اسیر

اب تک مجھے فرار کا رستہ نہیں ملا

میرے بدن میں دھوپ کے نیزے گڑے رہے
مجھ کو تمام شہر میں سایہ نہیں ملا

ہر شخص شہر بھر کا اٹھاتا ہے انگلیاں
اپنی طرح سے کوئی بھی رسوا نہیں ملا

جس کی تلاش میں یہ بدن سرد ہو گیا
اے زندگی وہ شخص ملا یا نہیں ملا

عرشی بھنور میں گھر کے بھی میں سوچتی رہی
کیا تھی مری خطا جو کنارہ نہیں ملا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سارے دروازے
مقفل کر گیا

گھنٹیاں بجتی ہیں ان یادوں کی عرشی آج تک
گو ملاقاتوں کا شکووں کا تسلسل مر گیا
دستکیں ہوتی رہیں دل پر مگر بے فائدہ
جانے والا سارے دروازے مقفل کر گیا

ایک ہی شخص بدلتا رہا

ایک ہی شخص بدلتا رہا پیکر کتنے
مری آنکھوں نے دکھائے مجھے منظر کتنے

بیج تم آج کدورت کے جو بو جاؤ گے
کل کو ہو جائیں گے وہ پیڑ تناور کتنے

میرے ہونٹوں پہ ہمیشہ سے یہ جامد چُپ ہے
زلزلے آئے مگر روح کے اندر کتنے

جس کا چہرہ تھا مہکتے ہوئے پھولوں جیسا
اس نے ہاتھوں میں چھپا رکھے تھے پتھر کتنے

اپنی رائے کا ہی اظہار کیا تھا میں نے
آستینوں سے نکل آئے تھے خنجر کتنے

گھیر لیتی ہیں مجھے یوں تری خوش کُن یادیں
جیسے بیٹھے ہوں منڈیروں پہ کبوتر کتنے

ایک بھی وار نہ آندھی کا یہ سہہ پائیں گے
پیڑ یوں تو نظر آتے ہیں تناور کتنے

اس کی خُو اب بھی ہے پتھر کے زمانے جیسی
آئے انساں کی ہدایت کو پیمبر کتنے

سوکھے پتے کی طرح اب ہیں ہوا کی زد پر
ہم ہوا کرتے تھے عرشی کبھی خود سر کتنے

مان لے عرشیؔ کہ وہ سودائی بھی رسوا بھی ہے

مان لے عرشیؔ کہ وہ سودائی بھی رسوا بھی ہے
جو بھی ہے جیسا بھی ہے وہ شخص پر اپنا بھی ہے

صبر و شفقت چاہیے اس سے نبھانے کے لئے
ملتفت بھی وہ بہت ہے اور بے پروا بھی ہے

آج سب لوگوں کے چہرے ایک جیسے ہو گئے
جس سے ملیئے لگتا ہے پہلے کہیں دیکھا بھی ہے

ہم تو جب جانیں کہ تو کر لے ہمیں اپنا اسیر
تیرے جادو کا مری جاں شہر میں چرچا بھی ہے

جو تمہارے جی میں آتا ہے وہی کرتے ہو تم
میری رائے میری خواہش کا کبھی پوچھا بھی ہے

زندگی جس طور بیتے اس کا کوئی غم نہیں
فکر بس اپنے ہی دل کی ہے کہ یہ زندہ بھی ہے

آسماں کے پار بیٹھا ہے کہیں چھپ کر خدا

ڈھونڈنے نکلا ہے جب انساں اسے بھٹکا بھی ہے

آپ کو بھی چاہیے عرشی سے مل آئیں ذرا
ان دنوں گم سم بھی ہے، غمگیں بھی ہے تنہا بھی ہے

مگر لگتا تھا اترایا ھوا

اس سے ملنے کو یہ دل مچلا ہے کس کس طور سے
کچھ نہ پوچھو کس طرح اس کو تھا بہلایا ہوا
میں نے عرشی اس لئے مڑ کر اسے دیکھا نہیں
خوبصورت تھا مگر لگتا تھا اترایا ہوا

ترس رہی ہیں نگاہیں تری

ہنسی کے لئے

ترس رہی ہیں نگاہیں تری ہنسی کے لئے
کوئی چراغ نہیں گھر میں روشنی کے لئے

کسی نظر سے نہیں کھل سکی گرہ میری
کسی نے ہاتھ بڑھایا نہ دوستی کے لئے

یہ آرزوں کی بے چین تتلیاں عرشی
کسی بھی پھول پہ ٹھہریں نہ دو گھڑی کے لئے

☆☆☆

کرچیاں ہو کے بکھرنے کا
ہے امکاں جاناں

کرچیاں ہو کے بکھرنے کا ہے امکاں جاناں
اب ترا پیار کوئی دم کا ہے مہماں جاناں

میں لرزتا ہوا پتہ ہوں ہوا کی زد میں
مری خاطر کبھی ہونا نہ پریشاں جاناں

ایسا لگتا ہے کہ تو مجھ سے خفا ہے پیارے
شہرکا شہر ہے یوں مجھ سے گریزاں جاناں

تری آواز میں پہلا سا نہیں ہے جادو
ترے لہجے میں چٹکتی نہیں جاناں

دھند ہی دھند ہے اس بار مری آنکھوں میں
اب نہ آنسو ہیں نہ شکوے ہیں نہ پیماں جاناں

آپ نے تند ہواؤں سے بچایا تھا ہمیں
آپ کا پیار ہے یہ آپ کا احساں جاناں

در و دیوار کی ہم لوگ بلائیں لیتے

آپ آتے جو مرے گھر کبھی مہماں جاناں
کوچ کا حکم ہے پھر آپ کی جانب سے ہمیں
ہم نے کھولا ہی کہاں تھا ابھی ساماں جاناں

راکھ ہو جائیں گے یا آج بنیں گے کندن
درد کی دھوپ میں چہرہ ہے فروزاں جاناں

مری بے خواب شبوں کی یہ دعا ہے عرشی
نیند آئے تو سلائیں تجھے پریاں جاناں

☆☆☆☆

کسی کی ایک نظم کے جواب میں ایک نظم

یہ تو میں بھی جانتی ہوں شاعری بے کار ہے
مجھ کو بھی معلوم ہے کہ زندگی دشوار ہے
یہ یقیں مجھ کو بھی ہے کہ حرفِ آخر کچھ نہیں
لفظوں کے باہر کچھ نہیں لفظوں کے اندر کچھ نہیں
دائروں میں پھیلتی سوچوں کا محور کچھ نہیں

....

میری پوروں نے بھی کاغذ کو چھوا ہے بار ہا
سوچ کر کچھ ہاتھ میرا بھی رکا ہے بار ہا
اشک کا قطرہ بھی کاغذ پر گرا ہے بار ہا

....

آپ سچ کہتے ہوں شائد
حرفِ آخر خون میں چلتی ہوئی چنگاریوں کا لمس ہو
اور سچائی کا دراس ربط کا اظہار ہو
حرفِ حق آزار ہو ہر رابطہ بے کار ہو

....

جھوٹ سچ کے درمیاں سے دھند چھٹ سکتی نہیں
اور محبت روح ہے ٹکڑوں میں بٹ سکتی نہیں
زندگی تو کاٹنی ہے لاکھ ہم چیخا کریں کہ ہم سے کٹ سکتی نہیں

....

ہم اگر اک دوسرے کے ہو رہیں تو پھر بھی کیا

ہم اگر اک دوسرے کو کھو بھی دیں تو پھر بھی کیا
اور کچھ ریزوں میں اپنی کرچیاں بٹ جائیں گی
منتظر آنکھیں سلگتی ریت سے اٹ جائیں گی
اور کچھ راتیں ہماری جاگتے کٹ جائیں گی

....

آپ سے تو جان اک معصوم سی ، بے ساختہ سی
پھوٹتی کونپل کی مانند
بے ضرر خواہش کا اک اظہار تھا
آپ پر جو بار تھا
چھوڑ یئے بھی بھیجئے لعنت کہ سب بیکار تھا

....

Mother mine,

Sana Malik Goss

(Arshi's Daughter)

You are me,

In a million shapes and forms.

More beautiful than I ever could be;

Grace personified…

Mother mine,

I am your begotten child

Your elder daughter;

But you are mine too,

In spirit, if not in body.

Mother mine,

I live through you

As you live through me.

One at heart,

We can make each others souls soar

To the ends of the universe;

To new beginnings.

Mother mine,

What we share is between only us,

Unhindered laughter and sadness,

Joys of the soul…

I have never been so proud of my tears

As when I shed them with you.

You give them meaning,

Bring them a higher cause,

Give them life.

Mother mine,

Your aura symbolizes rebirth

For me and all who know you.

Language betrays me,

Words seem insignificant

For your grace and strength.

Mother mine,

We are more than tied by just blood,

Perhaps we are reincarnations of each other

Living during the same lifetime.

You were me in your youth,

I hope to be you in my maturity.

Mother mine,

You are my pride, my dignity,

The god in you, your sanctity.

You are cherished beyond words,

Mother mine,